ـاب نفیس اعلی اللہ مقامہ کے چھ منتخب اور چند مرثیوں کا مجموعہ

باہتمام مرزا محمد جواد نظامی پریس لکھنؤ میں چھپی

فہرست

حال جرأت وشہادت مظلوم کربلا سید الشہدا حضرت ابا عبد اللہ الحسین علیہ آلاف تحیہ و
جلوہ سخن
مصنفہ جناب میر نفیس اعلی اللہ مقامہ
سنہ ۱۹۰۱
مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ

۱

جلوہ گر سخن مین ہے کس آفتاب کا
یہ تو ہے ثنائے رسالت مآب کا
ہے یہ کلام صاف جو ہر آن آفتاب کا
پر تو ہے ماہ منقبت بو تراب کا
یہ رونق نہ کیون ہو بزم نبی و امام مین
وہ نور کا ہے نور ہے میرے کلام مین

۲

یہ روشنی نظم یہ مضمون ہی اور ہے
یہ صاف و پاک حسن کا مضمون ہی اور ہے
یہ جوہر اور ہے یہ در مکنون ہی اور ہے
یہ اوج کچھ ہے اور یہ گردون ہی اور ہے
حرفون کو دیکھئے تو ضیا بار سارے ہین
ہر نقطہ جس کا چاند ہے نقطے ستارے ہین

۳

فضل ان سب سے ہے وہ فضیلت اسی مین ہے
کرسی کا پایہ عرش کی شوکت اسی مین ہے
ہیچ برین ہے پست وہ رفعت اسی مین ہے
شامل خدائے پاک کی رحمت اسی مین ہے
دل و صوت تجھے ہین اثر ذوق و شوق پر
پھر اسکو کیون نہ فوق ہو عالم کے فوق پر

۴

شان سخن ہے خسرو ارض نجف کا ذکر
بو طالب جلیل کے اعلیٰ خلف کا ذکر
لطف صمد ہے ان کے وقار و شرف کا ذکر
سب انکا ذکر کل نبی با سلف کا ذکر
قرآن ناطق اسم شہ نامدار ہے
ذکر انکا ذکر مصحف پروردگار ہے

۵۵

ربتون کو ان کے وحی سے حال سے پوچھئے
ان کی فضیلتین کسی عادل سے پوچھئے
ان کے سرشت ملائکے دل سے پوچھئے
یہ منزلت نبی کی منازن سے پوچھئے
سب نور اون کی نور کی نسبت سے ماند ہین
اوترا ہے جن کے گھر مین ستارا وہ چاند ہین

۵۶

نازان نیکون ہون انکی غلامی پہ ہم غلام
چو کل کا پیشوا ہی دیا حق نے وہ امام
ہے زیب عرش بے علاجن کی کا نام
لبریز جس کے بادۂ الفت سے دل کے جام
ہم لوگ حق شناس ہین اور حق پرست ہین
جب دیکھو حب ساقی کوثر سے مست ہین

۵۷

رغبت ہے طاہرون کو شراب طہور سے
بہتر کوئی سرور نہین اس سرور سے
ہے شوق اس پری کا سوا وصل حور سے
ہین آفتاب دل سے عرفان کے نور سے
سرشار نشۂ عشق امام ازل ہین ہم
جس مین یہ مے بھری ہے وہ شیشہ بغل مین ہے

۵۸

عاشق ہین دل سے شاہ رسل کے وزیر کے
دم بھرتے ہین عشق جناب امیر کے
اس کے آگے تابع ہے شبر و شبیر کے
کانٹے لئے ہین بادۂ خم غدیر کے
ہے طرفہ یہ کہ مست بھی ہین نیز ہوش بھی
زاہد بھی اوس کے فضل سے ہین بادہ نوش بھی

۹

رطب اللساں ہوں میں بھی ثنا جناب میں
ہے تازگی سے سخن لاجواب ہیں ،
حاصل غلام کو بھی ہے شرکت ثواب میں
محشر میں ہونگا میں بھی علی کی رکاب میں
واں اوراوج ہونگا اس خاکسار کا
یعنی کہ خاک پا ہوں میں دلدل سوار کا

۱۰

پیر مغاں ہے اور جام بلب ہمارا اور
ایمان ہمارا اور ہے مذہب ہمارا اور
مقصد ہمارا اور ہے مطلب ہمارا اور
ساقی ہمارا اور ہے مشرب ہمارا اور
حاصل ہے لطف زیست میں جنت کے چمن کا
جیحون بھرا ہوا ہے مزہ تشنگیں کا

۱۱

دل اس شراب سے بھرتا نہیں کبھی
مطلق کمی اثر میں یہ کرتا نہیں کبھی
اس جام کا غریق ابھرتا نہیں کبھی
یہ نشہ وہ ہے جو کہ اترتا نہیں کبھی
اس نشہ کی ہے بسکہ سرایت سرشت میں
بیہوش ہو کے جائے گا باغ بہشت میں

۱۲

لکھتا ہوں جوش میں جو مناقب جناب کے
کرتے ہیں باغ خلد سے مژدے ثواب کے
پر نور لفظ ہیں سخن لاجواب کے
حرفوں کے دائرے ہیں کٹورے گلاب کے
کلیاں کھلی ہیں مدح وصی رسول کی
بو آرہی ہے باغ امامت کے پھول کی

۵

۱۳

یہ سخن کچھ اور ہے یہ دور اور ہے
موزونیت یہ طبع کی فی الفور اور ہے
یہ فکر صائب اور ہے یہ غور اور ہے
یہ رنگ نظم اور ہے یہ طور اور ہے
دونوں جہاں سے فضل و ہنر کا ذکر ہے
اس تذکرے میں آل پیمبر کا ذکر ہے

۱۴

تازہ ہی روح و دل بھی عجب انبساط ہے
ہے جسکا شوق اوس سے یہاں ارتباط ہے
بین السطور ہے کہ خوشی کی صراط ہے
کاغذ کا ہے ورق کہ بساط نشاط ہے
خلقت جگر کی سمجھا ہوں اک ایک بات کو
صحبت ہے گرم لیلیٰ مضموں سے رات کو

۱۵

لیکن مناقب اسد اللہ کیا لکھوں
دست خدا کہ بازوے خیبر ربا لکھوں
سلطان دین کہ خسرو ارض و سما لکھوں
سمجھوں نہ خلق کا مشکل کشا لکھوں
حیران ہیں جن و انس و ملک جسکی مدح میں
عاجز ہیں ساکنان فلک جسکی مدح میں

۱۶

کیا مرتضیٰ کی شان ہے کیا با وقار اسم
سو حل ہوں مشکلیں جو پڑھے ایکبار اسم
علی وہ ہے کہ جسکا رکھے کردگار اسم
جپتے ہیں ہم اور بھی لیل و نہار اسم
اسکی ولا حیات کی لذت دکھا گئی
جب یا علی زباں سے کہا جان آ گئی

١٧

احمد حبیبِ حق ہے حبیبِ رسولِ حق
ذی فضل پیشوا ہے امم خیر ما سبق
استاد وہ کہ روح امین کو دیا سبق
پھر کیون نہ ہو وہ عالم مابعد و ما سبق
تعلیم یافتہ ہین رسالت پناہ کے
عالم ہین یہ جمیع علوم الہ کے

١٨

لطفِ خدا عطاے خدا صفوتِ خدا
نورِ خدا حجابِ خدا حجتِ خدا
حلمِ خدا صفیٔ خدا حکمتِ خدا
علمِ خدا رضاے خدا رحمتِ خدا
کیونکر نہ سب پہ فوق امیر عرب کو ہو
نبیون پہ جب علی کے مباہات رب کو ہو

١٩

حبل المتین حصن حصین آبروے دین
مختار سلسبیل کے ساقی مومنین
عالم الیقین محافظ پیغمبر مبین
کہف الانام باعث آبادی زمین
حاجت روا بھی حامی برنا و پیر بھی
عالم کے بادشاہ نبی کے وزیر بھی

٢٠

دریا و کوہ و دشت و نباتات و کل شجر
اک ایک شاخ و برگ و گل و غنچہ و ثمر
مہر و مہ و سپہر و جمادات خشک و تر
بالا و پست و انجم و ذرات بحر و بر
پوچھین وقتِ حشر جو ایک کل کائنات سے
آئے علی علیؑ کی صدا شش جہات سے

۲۱

جتنے نبی خدا نے اوتارے گواہ ہین
جتنے ہین آسمان پہ ستارے گواہ ہین
جتنے بحر زمین پہ ہین سارے گواہ ہین
پتھر سے بھی نکل کے شرارے گواہ ہین
سب ایک زبان ہون تو خدا بو تراب ہین
ذرے بھی بول اٹھین کہ علی آفتاب ہین

۲۲

فیاض بھی ہین محسن اہل جہان بھی ہین
مانند آفتاب عیان بھی نہان بھی ہین
شیعوں پہ اپنے مثل پدر مہربان بھی ہین
بانی بھی ہین سرپرست مددگار وان بھی ہین
احکام شرع شرح بھی تشریف لاتے ہین
ایذا سے قبر مین بھی بچانے کو آتے ہین

۲۳

مکی و ہاشمی و تہامی و ابطحی
مولا و مقتدی و مصلی و متقی
ہادی و سخی و تقی و نقی و زکی و ولی
غطریف و صادق و صدیق و صدوق و ورعی
معجز بیان بھی ہین فصیح البیان بھی ہین
قرآن حق بھی تو ہین خدا کی زبان بھی ہین

۲۴

گیارہ پسر بھی آپ کے ہین صاحب کرم
ذی فیض و ذی مناقب و ذی جاہ و ذی حشم
جان بتول دلبر پیغمبر امم
نور الٰہ مثل علی صاحب کرم
ارکان دین و شرع رسول انام ہین
یہ سب کے سب خدا کی طرف سے امام ہین

۲۵

اب سنئے وصف و منقبت دلبرِ حسین
زہرا و مرتضیٰ و محمد کے نورِ عین
پشت و پناہِ خلق مددگارِ مشرقین
ہے جن کا ذکر محفلِ عالم کے دل کا چین
عالی نسب ہوں لالِ خدا کے ولی ہیں
کافی ہے یہ شرف کہ نواسے نبی کے ہیں

۲۶

ذیجاہ و شاہزادہ میکال و جبرئیل
مختارِ خلد مالکِ تسنیم و سلسبیل
شوکت میں و دبدبہ میں سلیمان بے عدیل
خلقت میں حسن میں صفتِ یوسف و خلیل
صبر و رضا میں حضرتِ ایوب سے سوا
ہجرِ پدر کے داغ میں یعقوب سے سوا

۲۷

علم و جمال و خلق میں مثلِ شہِ عرب
گردوں پہ جن کے نور سے ہیں مستفیض سب
مہتابِ آسمانِ شرف ہاشمی نسب
کرسی کی زیب کوکبِ دُرّیِ عرشِ رب
کونین کی بنا ہوئی ان کے ظہور سے
روشن ہیں گھر بہشت کے سب انکے نور سے

۲۸

یہ وہ حسین ہیں کہ ولا جن کی فرضِ عین
جنکے تمام خلق پہ احسان ہیں وہ حسین
یہ وہ ہیں جن کے غم میں بکا آخرت کا چین
یہ وہ ہیں جنکو روتے ہیں ذی روح مشرقین
راحت جنھیں ملی نہ نصیب نہ کوئی مدد ملی
جن کو نہ کربلا میں کئی دن لحد ملی

۲۹

احمد نے جن کو گود میں پالا ہے وہ حسینؑ
دونوں جہان میں جنکا اوجالا ہے وہ حسینؑ
اعدا نے جن کو گھر سے نکالا ہے وہ حسینؑ
غم جن کا تا بہ عالم بالا ہے وہ حسینؑ
مشغول گریہ رات کو ہیں دن کو روتے ہیں
سارے مقربان خدا جن کو روتے ہیں

۳۰

جو فاطمہ کی آنکھوں کا تارا ہیں وہ حسینؑ
رب جلیل کو بھی جو پیارا ہے وہ حسینؑ
بخشش کا جو ہماری سہارا ہے وہ حسینؑ
پیاسا جسے لعینوں نے مارا ہے وہ حسینؑ
سو جور تو تنہا نہیں ان جور و غدر کی
یہ وہ ہیں جنکی کچھ بھی نہ امت نے قدر کی

۳۱

آتے ہی کربلا میں کیا آب و دانہ بند
گرمی کی بس تو تھی ہی اور پیاس کی گزند
آفت طرح طرح کی اور اک جان مستمند
وان آ رہی ہے فوج پہ فوج جفا پسند
ایذا رسانیوں پہ شقی ہیں تلے ہوئے
دریا کے گھاٹ سات سو ہیں لیے ہوئے

۳۲

یاں لشکر حسینؑ کو سخت اضطراب ہے
مسدود ہے وہ امن و امان کا جو باب ہے
اب ضبط کی کسی کے نہیں دل کو تاب ہے
اصطبل بادشاہ میں بھی قحط آب ہے
شتر بھی گردنیں سوئے دریا اٹھاتے ہیں
گھوڑے بھی مارے پیاس کے سب ہنہناتے ہیں

۳۳

عاشور کی سحر سے ہوا شور گیر و دار
پیاسے شہید ہو گئے سب شہ کے جاں نثار
گلشن رسول کی آخر ہوئی بہار
یاں تک کہ قتل ہو گیا اکبر سا گلعذار
تنہا بس اب بتول کا نور نگاہ ہے
لشکر ہے نے علم نہ علمدار شاہ ہے

۳۴

فرط عطش سے غیر شہ دیں کا حال ہے
آنکھوں میں اشک درد جگر جی نڈھال ہے
بچھڑے پسر کا صدمہ و رنج و ملال ہے
گھر سے نکل نہ آئیں بہن یہ خیال ہے
آغوش میں لئے ہوئے مقتل سے آئے ہیں
میت جوان بیٹے کی خیمہ میں لائے ہیں

۳۵

زینب پچھاڑیں کھاتی ہے ماں کرتی ہے بین
قربان تری لاش کے اے میرے نور عین
لوٹا اجل نے خانۂ سلطان مشرقین
تم چل بسے جہان سے اکیلے ہوئے حسین
دل بیکس غریب کا توڑا یہ کیا کیا
غربت میں ساتھ باپ کا چھوڑا یہ کیا کیا

۳۶

ماتم کا شور آل شہ بحر و بر میں ہے
لاشہ کے گرد حشر بپا سارے گھر میں ہے
پوشاک تر شہید کی سب خوں سے بر میں ہے
برچھی کا پھل گڑا ہوا زخم جگر میں ہے
تیغوں سے ٹکڑے ٹکڑے ہیں بازو بھرے ہوئے
رخ پہ جمے لہو کے ہیں گیسو بھرے ہوئے

۲۳۷

اے فدیہ پدر ترے لاشے کے مین نثار
اے پارۂ جگر ترے لاشے کے مین نثار
اے میرے سیمبر ترے لاشے کے مین نثار
پیارے مرے پسر ترے لاشے کے مین نثار
جان اپنی کھو کے ظلم کے جنگل سے آئے ہو
زخم جگر دکھانے کو مقتل سے آئے ہو

۲۳۸

امان تمھاری چاندی صورت کے صدقے جائے
ان گوری گوری ہاتھون پہ تیغون کے زخم کھائے
ارمان میرے چرخ نے سب خاک مین ملائے
بن بیاہے اس جہان سے سدھارے ہائے ہائے
آنکھون کی تیریان مری آنکھون سے پھر گئین
تھین حسرتین جو بیاہ کی سب دل مین رہ گئین

۲۳۹

ہے ہے مرے مرادون کے پالے یہ کیا ہوا
اے مشک فام گیسوؤن والے یہ کیا ہوا
یہ سینہ اور یہ ظلم کے بھالے یہ کیا ہوا
پیاسے پہ دکھ یہ موت نے ڈالے یہ کیا ہوا
سب خون بہہ گیا ہے یوسف جمال کا
چہرہ سفید ہو گیا ہے میرے لال کا

۲۴۰

تیغ فراق سے مرا ٹکڑے جگر ہوا
دنیا سے کوچ مثل نسیم سحر ہوا
فردوس کے بسانے کو ویران گھر ہوا
مادر کو ساتھ لیکے نہ واری سفر ہوا
خدمت گذار کی نہ خدمت لیے گئے
مان کو پھوپھی کو چھوڑ کے تنہا چلے گئے

۴۱

ماتم میں اپنے لال کے زینب کا یہ حال
دنیا سیاہ آنکھوں میں ہے اور کھلے ہیں بال
لاشہ کے گرد پھرتی ہیں با صد غم و ملال
تکتی ہیں گاہ چہرۂ مجروح خوش خصال
گاہے بلائیں لے لے کے آنسو بہاتی ہیں
گہ اوٹھ کے بیٹھتی ہیں کبھی بیٹھ جاتی ہیں

۴۲

نوحہ یہ ہے کہ ہائے مرے نوجوان پسر
اے میرے لاڈلے مرے غنچہ دہان پسر
اے میرے کم سخن مرے آرام جان پسر
اے میرے خوش مزاج مرے خوش بیان پسر
جیتی رہی ہیں اور یہ آفت گزر گئی
تم مر گئے پھوپھی نہ بلا لے کے مر گئی

۴۳

آئی خزاں چمن میں شہ خوش خصال کے
ہائے ہائے بدن میں جان نہیں میرے لال کے
کچھ ماہ کم تھے سن میں میرے نونہال کے
پورے بھی تو ہوئے نہ تھے اٹھارہ سال کے
آغاز میں شباب کے طے سفر ہوئے
بھیگی نہیں مسیں کہ یہ لب خون میں تر ہوئے

۴۴

ہائے ہائے شبیہ احمد مختار مر گیا
ہائے ہائے مرا پسر مرا دلدار مر گیا
بھائی کا میرے ہائے مددگار مر گیا
لشکر تمام ہو گیا سالار مر گیا
ہائے ہائے نمکسار موت کا یہ شیر کھا گیا
گھر کا چراغ بجھ گیا اندھیر ہو گیا

۴۵

بھائی سے پھر یہ کہنے لگی وہ اسیر غم
سمجھی کی تھی اس پسر نے وصیت بھی کچھ تم
فرمایا ہاں یہ مجھ سے کہا تھا بچشم نم
باہر نہ نکلیں گھر سے پھوپھی یا تشنہ ہم
پیٹیں نہ سر میرے غم میں آہ و بکا کریں
جینے کی اپنے بھائی کی حق سے دعا کریں

۴۶

رونے لگے یہ کہہ کے شہنشاہ کربلا
اکبر کا ماتم اور زیادہ ہوا بپا
دیکھی جو غیر حالت ناموس مصطفیٰ
میت پسر کی لیکے گئے باہر شہ ہدا
ٹکڑے جگر تھا غم میں جو اوس نازنین کے
گھر سے حرم نکل پڑے پیچھے حسین کے

۴۷

لاشہ لٹا کے خیمہ میں آئے جو شاہ دین
زینب کے رو کے کہنے لگے با دل حزین
بھائی رہا جہان میں نہ اکبر حسین
ٹوٹی کمر حسین کی اب آس کچھ نہیں
جینے کا اب مزہ نہ رہا مرنے جاتے ہیں
وعدہ خدا سے اپنا وفا کرنے جاتے ہیں

۴۸

فرما کے یہ جو آپ نے دیکھا ادھر ادھر
لشکر ہے نہ علم نہ علمدار خوش سیر
بیٹے بھتیجے بھانجے سب کر گئے سفر
سوتے ہیں قتل گاہ میں سب خون میں تر
اڑتی ہے خاک گھر میں کوئی مہ لقا نہیں
جز بیکسی پاس کوئی با وفا نہیں

۵۴۹

پھر روکے یہ بہن سے کہا آؤ اے بہن
مظلوم کے گلے سے لپٹ جاؤ اے بہن
رو رو کے اپنے بھائی کو تڑپاؤ اے بہن
ہے موت عنقریب کفن لاؤ اے بہن
مسند رسول حق کی اولٹے تو رویو
پیارا سا حلق تیغ سے کٹے تو رویو

۵۵۰

سونپا تمھین خدا و پیمبر کو اے بہن
لٹنے دو حق کی راہ مین سب گھر کو اے بہن
للہ تھام لو دل مضطر کو اے بہن
رخصت کرو غریب برادر کو اے بہن
اب نانا جان یہان مرے لینے کو آئینگے
اکبر جہان گئے ہین وہین ہم بھی جائینگے

۵۵۱

منظور حق جو ہے اوسے کرتا ہون مین ادا
تحفے دو ہم کو نانا کی امت پہ تم فدا
بندے کا یہان بس نہین جو مرضی خدا
تقدیر مین یہی تھا کہ ہم تم سے ہون جدا
کیا فائدہ ہزار جو آہ و بکا کرین
اس سے سوا ہون غم تو بجز صبر کیا کرین

۵۵۲

اک دن وہ تھا کہ نانا کی آغوش مین پلے
بابا بہت خوشی ہوے جب پاؤن سے چلے
کس پیار سے لگاتی تھین اماں ہمین گلے
ہے آج دن وہ جاتے ہین تلوار کے تلے
دشت بلا مین آکے ہوا یون بری چلی
چوما جسے رسول نے اوس پر چھری چلی

۵۳

نانا کو اپنے آج کدھر ڈھونڈنے کو جائیں
بابا کہاں ہیں جن کو مدد کے لیے بلائیں
بھائی حسن نہیں ہیں جو بھائی کو پھر بچائیں
اماں نہیں جو اپنی ردا دیں ہمیں چھپائیں
باقی ہوں میں سو خنجر و شمشیر کے لیے
کیا بیکسی کی موت ہے شبیر کے لیے

۵۴

شہ نے بحال یاس بہن سے جو یہ کہا
اوٹھا حرم میں غلغلۂ نالہ و بکا
پاس آ کے بیٹھنے لگا ناموس مصطفی
بچوں نے بڑھ کے تھام لیا دامن قبا
بالی سکینہ شہ کے قدم سے لپٹ گئی
زینب گلے سے بھائی کے آ کر چمٹ گئی

۵۵

غل تھا کہ اپنے لال کو یا فاطمہ بچاؤ
مرتے حسین جاتے ہیں جنت سے جلد آؤ
چلاتی تھی بہن کہ نہ داغ اپنا تم دکھاؤ
صدقے اوتارو مجھے پیا تو رن میں جاؤ
سب مر چکے او لٹ گئی تقدیر کیا کروں
بھیا تمہیں بچانے کی تدبیر کیا کروں

۵۶

بعد آپ کے لٹے گا یہ گھر وا مصیبتا
رانڈوں کی کون لیگا خبر وا مصیبتا
بے پیر سے تم کروگے سفر وا مصیبتا
چھٹ جائیگی یہ خستہ جگر وا مصیبتا
وا غربتا نصیب میں تم سے جدائی تھی
زینب قید ہونے کی خاطر میں آئی تھی

۵۷

روئے بہن کے رونے سے شبیر تشنہ کام
آخر سبھوں کو دے کے تسلی چلے امام
فریاد اہلبیت سے ہلنے لگے خیام
ڈیوڑھی تک آکے اشک فشاں خود شہِ انام
برپا تھا حشر رخصتِ شاہِ ہدا نہ تھی
رانڈیں تھیں ننگے پاؤں سروں پر ردا نہ تھی

۵۸

شق ہوں جگر جو حال ہو اس وقت کا بیان
قبل از وقوع واقعہ ہوتا تھا یہ گمان
چلے کسی جنازے کے پیچھے بصد فغان
سر کھولے پیٹتی چلی جاتی ہیں بیبیاں
جانکاہ تھا فراق شہِ مشرقین کا
تھا شور صحنِ خانہ میں ہے ہے حسین کا

۵۹

گھر سے نکل کے رخش پہ حضرت ہوئے سوار
پہونچا فلک پہ نورِ رخِ شاہِ نامدار
دوشِ مبین پہ رکھ کے ید اللہ کی ذوالفقار
کی منعطف عنان طرفِ دشتِ کارزار
جانے کی راہ رشکِ رہِ کہکشاں بنی
ذرے بنے ستارے زمین آسمان بنی

۶۰

وہ اک طرارے بھر کے ادھر بادپا اوڑا
وہ اک قدم پری کی دکھا کر ادا اوڑا
بجلی سے تیز ابرِ فلک سے سوا اوڑا
جوں طائرِ نگاہ وہ رشکِ صبا اوڑا
سرعت کا اوسکی حشر تلک نام رہ گیا
رخشِ نسیمِ صبح کئی گام رہ گیا

٦١

جاتا ہے سر اوٹھائے ہوئے دم چھوڑ کے
طاؤس جیسے جائے بلند اپنے پر کئے
ہے جس طرف کو فوج یہ لیتی ہی اودہر کئے
آفاق ہے بچانے کو اسپر سپر کئے
غازی ہے تیز ہوش ہے جرأت شعار ہے
رن پر چڑھا ہوا ہے عجب راہوار ہے

٦٢

آج اور اوج پاؤں یہی اشتیاق ہے
مشتاق دوڑنے میں ہی اوڑنے میں طاق ہے
سہل اوسکو طے گنبد نیلی رواق ہے
اصطبل کا نبی کے ہے رشک براق ہے
گردون پہ لے گیا ہے رسالت مآب کو
تھاما ہے جبرئیل نے جسکی رکاب کو

٦٣

پیدا ہے رخ سے آپکے اقبال مصطفےٰ
رعب جلال و شوکت و اجلال مصطفےٰ
آئینہ جمال ہے تمثال مصطفےٰ
غل چار سو ہے صل علی آل مصطفےٰ
یون ضو فلک پہ جاتی ہے روئے جناب کی
جیسے زمین پہ آئے ضیا آفتاب کی

٦٤

ہے فوق آسمان و زمین کا عیان مگر
پستی پہ اوسکی ضو ہے ضیا اسکی عرش پر
نور خدا ہین برج امامت کے ہین گہر
کرسی و عرش جن کی تجلی سے جلوہ گر
ساتون فلک سے اوج دوبالا انھین کا ہے
آٹھوں بہشت میں بھی اوجالا انھین کا ہے

۶۵

پہونچے مصاف گاہ میں یوں شاہ خوش خصال
جس طرح جنگ بدر میں ضرغام ذوالجلال
دیکھا جو سوئے فوج عدو شیر کی مثال
پیچھے ہٹے یلان قوی صورت شغال
ڈر کر پیادگان پہ اسوار گر پڑے
بھڑکے فرس کچھ ایسے کہ اسوار گر پڑے

۶۶

قبضہ پکڑ کے تیغ کا حضرت نے دی صدا
آیا خلف علی کا خبردار ہو ذرا
دعویٰ جسے وغا کا ہو نکلے پئے وغا
میں وہ جری ہوں جس کا پدر شاہ لافتا
جو منچلا ہو جرأت و ہمت دکھائے وہ
جو قابل مقابلہ ہو پہلے آئے وہ

۶۷

ہم کو وغا کے رہتے ہیں بچپن سے ولولے
لاکھوں سے معرکے میں کبھی ہم نہیں ٹلے
بڑھتے گئے ہیں اپنے قدم جنگ کے لیے
جب چاہتے ہیں تیغ تو ہم رن میں چلے
ہٹنے لگے ابھی سے تمہیں دہشت ایسی ہے
بے جنگ گر رہے ہو یہ اتنی دلیری ہے

۶۸

ہم وہ ہیں جس نے جوہر مردانگی دکھائے
ہم وہ قوی ہیں مرحب سرکش کا سر جو لائے
ہم کیا بڑوں بڑوں نے لڑائی سے منہ پھرائے
ہم وہ نہیں جو حرب میں جا جا کے بھاگ آئے
کرار ہیں جو لاکھوں سے ڈرتے نہیں کبھی
فرار معرکے میں ٹھہرتے نہیں کبھی

۷۲

فوجیں مرے لئے ہیں صف آرا اگر تو کیا
ہم سب نے مل کے ایک کو مارا اگر تو کیا
سر تن سے بیوطن کا اوتارا اگر تو کیا
لوٹا گھر آج تم نے ہمارا اگر تو کیا
لعنت کریگی خلق جہان یان سے جاؤ گے
دنیا ملیگی تم کو نہ عقبی کو پاؤ گے

۷۱

نانا ہیں جس کے سید لولاک میں وہ ہوں
روشن ہیں جسکے نور سے افلاک میں وہ ہوں
ہے جس سے جہان کے چپا پاک میں وہ ہوں
گھر جس کا تم نے کر دیا سب خاک میں وہ ہوں
غافل ہو تم کہ چھوڑ کے رشتے ثواب کے
دشمن ہوئے ہو حضرت دل بو تراب کے

۷۰

ہم اون کے ہیں پسر جو نبی کے وزیر ہیں
قوت میں زور و ضرب میں ہم بے نظیر ہیں
حیدر سے قلعہ گیر کے ہم قلعہ گیر ہیں
جوہر کشائے تیغ جناب امیر ہیں
کھولیں گے ہم بڑھی جو صفیں اہل شر کی ہیں
دو انگلیاں یہ کنجیاں فتح و ظفر کی ہیں

۶۹

ہم وہ ہیں تیغ تول کے لڑنے پہ جب تلے
خیبر کی طرح فتح کے در ہر جگہ کھلے
تم وہ ہو جنکے موم صفت ڈر سے تن گھلے
ہم وہ ہیں جنکی تیغ کے عالم میں غلغلے
مخفی نہیں جہان میں ہماری وغا کا رنگ
وقت جدال کھلتا ہے جنگ آزما کا رنگ

۳

حجت تمام کر چکا اب حجت خدا
لڑتا نہ تم سے میں کبھی اے قوم اشقیا
میری تو آرزو ہے کہ امت پہ ہوں فدا
ہے اس جہاد میں یہ مجھے حکم کبریا
عاجز نہ تھیں جنگ سے احمد کے لال کو
دکھلادوں قوت اسد ذوالجلال کو

۴

اب اپنی سرکشی کا مزہ آؤ دیکھ لو
پاداش ظلم و جور و جفا آؤ دیکھ لو
فاقوں میں زور دست خدا آؤ دیکھ لو
ہاں ضرب ذوالفقار ذرا آؤ دیکھ لو
نیزوں کی سر کرو تو ہٹا کے قدم بڑھیں
سب مل کے تم ادھر سے بڑھو تو ہم بڑھیں

۵

ضرغام رب کی حرب کی صورت دکھاؤں گا
فوجیں الٹ پلٹ ہوں وہ قوت دکھاؤں گا
تا کوہ بھاگ جاؤ وہ جرأت دکھاؤں گا
لیکن تمہیں نہ زور امامت دکھاؤں گا
لاکھوں سے پیاس میں تن تنہا لڑوں گا میں
جتنا خدا کا حکم ہے اوتنا لڑوں گا میں

۶

یہ سن کے طبل جنگ بجا فوج میں ادھر
تھی صوت زیر و بم کہ ہلے بحر و دشت و در
آواز کوس و دف نے کیا تا فلک گذر
ترہی کی ہولناک صدا وہ کہ الحذر
آثار حشر کے تھے عیاں نفخ صور سے
نزدیک تھا نکل پڑیں مردے قبور سے

۶۸

آتش فشانیوں نے دم ذوالفقار کی
بھڑکا دی آگ واں غضب کردگار کی
آفت تھی آنچ تیغ شہ نامدار کی
دوزخ کا ہیمہ شکل تھی ہر نابکار کی
پایا مفر نہ ایک رجیم و لئیم نے
واں پھر جلے جو ان کو جلایا جحیم نے

۶۹

رن میں ہوئی جو آتش پیکار شعلہ بار
اُٹھ کر دخان مشعل سوزاں بنا غبار
ہر سنگ پارہ ہو گیا انگارہ ایک بار
در کھل گیا سقر کا پئے فوج نابکار
مر کر بھی ناریوں کے نہ تن کی جلن گئی
گلشن زمیں کی خاک ہوا آگ بن گئی

۷۰

تیغیں کھنچیں سپاہ مخالف میں ایکبار
پیدل پیادے سے تو تھیں سو بڑھے سوار
لی میاں سے حسین نے حیدر کی ذوالفقار
آگے بڑھا سمند چلی تیغ شعلہ بار
سب دل میں ولولے صف اول کے رہ گئے
بجلی گری صفوں پہ جب جل کے رہ گئے

۷۱

وہ فوج کا ہجوم کہ اللہ کی پناہ
وہ قتل شرک کی دھوم کہ اللہ کی پناہ
وہ ظلم و ظلام کہ اللہ کی پناہ
وہ موذیان شوم کہ اللہ کی پناہ
صف بڑھی جنود یزیدی کی اس طرح
موج آگے پیچھے آئے سمندر کی جس طرح

۵۸۱

جس غول پر وہ تیغ شرربار چل گئی
ثابت ہوا کہ برق تڑپ کر نکل گئی
سر پر کسی کے جب دم جنگ و جدل گئی
تن میں در آئی موت کی ہستی بدل گئی
بھاتا نہ قہر سرور گردون سریر کو
بدلا ملا یہ ظلم کا آخر شریر کو

۵۸۲

جب تیغ اوٹھا کے آپ نے چھیڑا سمند کو
پستی دکھائی فوج کے ہر سر بلند کو
کاٹا ہر ایک خود سر و خود پسند کو
حلقے زرہ کے چھوٹے نہ دام کمند کو
بیدرد و بیامان ہلاکت میں پھنس گئے
پھیلا کے جال مکر کا آفت میں پھنس گئے

۵۸۳

تکتے تھے بھاگنے کے لیے بد شعار سمت
پاتے نہ تھے امان کی مگر نابکار سمت
پیچھے کی اپنے دیکھتے تھے بار بار سمت
چھایا تھا مثل ابر سیہ خوف چار سمت
ترسیں ادھر ہیں امن کی خاطر ترستے ہیں
جائیں کدھر بڑھا کے قدم سر پٹکتے ہیں

۵۸۴

جنگی پہ پیادہ کے ڈر ڈر کے ہٹ گئے
رووار اپنی پشت ادھر کر کے ہٹ گئے
نامی جوان فوج ستمگر کے ہٹ گئے
چہرے پہ رو سیہ سپر دھر کے ہٹ گئے
اندھیر ہے نظر میں یہ حال سیاہ ہے
بہبود ان سیاہ کا دن کو روز سیاہ ہے

۵۸۴

لشکر الٹ پلٹ ہے تلاطم ہے اک عیاں
فوج ہراس سے ہیں پیادے رواں دواں
گھوڑے بھڑک بھڑک کے تڑانے لگے عنان
جیتی نہ چھین اوکھڑے سواروں کی برچھیاں
جس طرف گئے تو اودھر ہٹ کے پس گئے
کتنے مع سوار زمیں پر دھنس گئے

۵۸۵

جس صف پہ غیظ میں صفت شیر نر گئے
میدان جدال و جنگ کے لاشوں سے بھر گئے
بے سر کیا اسے اُسے بے دست کر گئے
گھبرا اجل کے دور سے جس عمل پر گئے
داخل حصار قبر میں جلاد ہو گئے
جتنے ہوا پرست تھے برباد ہو گئے

۵۸۶

رہ رہ کے بجھتے جاتے تھے رن میں چراغ زیست
کھلتے تھے پھول زخموں کے لٹتا تھا باغ زیست
تھا موت کو ہر ایک پتے میں سراغ زیست
لبریز ہو گیا تھا ہر اک کا ایاغ زیست
کہتی تھی تیغ خوں میں نہ کیوں دم بدم بھرو
جیتے ہو اور الفت دنیا کا دم بھرو

۵۸۷

برباد سب جہان کے کاشانے ہو گئے
سر تن سے گردنوں سے الگ شانے ہو گئے
کٹ کر جدا کلائی سے دستانے ہو گئے
پگیوں میں فوج کفر کے ویرانے ہو گئے
میدان تھا صاف دور ہٹے تھے وہ بیر تھے
رستے وہ کھل گئے جو کئی دن سے بند تھے

۸۹

بے زین سمند دوڑتے پھرتے تھے جا بجا
لاشے کچلتے جاتے ہیں اک حشر ہے بپا
گھوڑوں کی ٹھوکروں میں ہیں سر ہائے اشقیا
ہے گرد برد سب حشم لشکر جفا
چھایا ہے اک غبار زبردست زیر ہیں
مرتے پڑے ہیں زمین پہ وہ مٹی کے ڈھیر ہیں

۹۰

لپکے جدھر گئی وہ تیغ جانستان
کاٹا سروں کو صورت افعی بے زبان
قہر و غضب کا منھ تو زبان تھی بلائے جان
چھپتیں جھپٹتیں آپ اجل کی جو ہوتے عیاں
قل تھا اب اس سے ہمکو مجال مفر نہیں
مار دہن کشادہ ہے یہ تیغ دو سر نہیں

۹۱

دو کر کے گاہ ساعد و بازو نکل گئی
گہ پہلوان کے کاٹ کے پہلو نکل گئی
جب چاک کر کے سینہ بد خو نکل گئی
مجروح ہو کے روح جفا جو نکل گئی
دشمن تھی کافروں کی بھی اہل حرم کی بھی
درپے تھی جان کی بھی عدو کے جسد کی بھی

۹۲

اوتری تھی چرخ سے شہ مردان کیواسطے
قبضہ تھا قہر قتل کے میدان کیواسطے
آفت تھی باڑھ منکر ایمان کیواسطے
نشتر تھی اوسکی نوک رگ جان کیواسطے
خونریز اہل بدعت و کفر و عناد تھی
سب حکمت اوسکو خون بہانے کی یاد تھی

۹۳

کاٹ اپنا دیکھ دیکھ کے ہوتی تھی شاد شاد
یعنی علیؑ کے بعد بر آئی مری مراد
لڑتے ہیں فوجِ کفر سے آقائے خوش نہاد
پانی سے میرا ہوتا ہے تازہ گلِ مراد
یہ درج دستِ شاہ میں وقتِ جدل ملا
باغِ عناد کاٹنے کا اس کو پھل ملا

۹۴

فولاد جس سے موم کی صورت کٹے وہ دھار
شرمائے جس سے برقِ درخشاں وہ شعلہ بار
مر جائے جس کے زہر سے افعی وہ زہر دار
جوہر ہیں یا کہ ہیرے کی کنیاں ہیں آشکار
زہر اوس کا اژدہے کے حلق میں پھنس کے رہ گیا
اتری گلے سے بس تو جگر چھن کے رہ گیا

۹۵

طرّارہ وہ کہ جس سے پری سرنگوں رہے
خونخوار وہ کہ روزِ طلب غرقِ خوں رہے
آشوب وہ وہ کہ خجل چرخِ دوں رہے
جن دیکھ لے تو خوف سے حالت جنوں رہے
ہمراہ شیرِ حق کے بہا کر لہو پھری
بیت العلم کی جنگ سے با آبرو پھری

۹۶

خوں سے بھری تو رشکِ گلِ لالہ ہو گئی
اوٹھی تو ماہِ نو جو پھری ہالہ ہو گئی
چمکی اگر تو موت کا پرکالہ ہو گئی
گردش جو دی تو شعلۂ جوّالہ ہو گئی
گرتے ہیں صاعقہ کی چمک آشکار تھی
اونچی ہوئی تو اخترِ دنبالہ دار تھی

۵۹۷

قتال وہ کہ قتل سے جسکا نہ جی بھرے
جلاد وہ کہ موت جہان آکے سر دھرے
تھوڑے نفس نے فساد سے نہ حشر سے ڈرے
یہ تیغ وہ ہے خود جو قیامت بپا کرے
دست علی سے جب یہ چلی کب رکی ہے یہ
سو بار آ کے حشر بپا کر چلی ہے یہ

۵۹۸

مارا ہوا نے اوس کی جو بھرسن ہوگئی
ڈھالوں کے پھول برچھیوں کے پھل گرا گئی
ہرگز نگاہ و سر کو وہ الٹا بنا گئی
گردن کا چہرہ فوج کے ہمراہ دکھا گئی
خالی نہ تھی قتل کی اعدا کے بھوکی تھی
منھ خشک اسلئے تھا کہ پیاسی لہو کی تھی

۵۹۹

جلوہ دکھا کے مثل پری جان لیگئی
دل لیگئی ہزاروں کے ایمان لیگئی
نصرت کو اپنے ساتھ وہ ہر آن لیگئی
دیکر شکست فوج کی سب شان لیگئی
پہنچی یہ اوج کفر کا یک بار آگیا
اقبال پر سپاہ کے ادبار آگیا

۶۰۰

تھا مد بسملہ قدرت تیغ شہ زمان
یا سطر تھی وہ نصر کے سورہ کی بیگمان
آیت تھی یا کہ فتح کے لشکر کے درمیان
حرف مقطعات تھے جو ہر سے تھے عیان
یکجا ہوئی رسول کو خالق کی تیغ تھی
اعلیٰ نہ کیون ہو مصحف ناطق کی تیغ تھی

۱۰۵

چل پھر سے اوسکی ہوش سوارون کے بھی ہین گم
اوڑتا ہے جب تو اون کے سر آتے ہین زیر سم
گردن ہوا اوٹھی بال ہے برہم چنور ہے دم
صحیح یہ ہے کہ روک سکوگے نہ مجکو تم
دعوی ہے ہر قدم کو ذرا بڑھ کے روک لو
بجلی اگر رکی ہو تو مجکو بھی روک لو

۱۰۶

کیا اسپ تیز گام ہے کیا خوش خرام ہے
پامال اس کے پھرنے سے لشکر تمام ہے
مانند تیغ دشمن افواج شام ہے
ہر نعل پا اوپی ہوئی گویا حسام ہے
زخمی جو گرتے ہین پیہ بد معاش کے
ٹکڑے سمون سے کرتا ہے اک اک لاش کے

۱۰۷

دشوار ہے تھمنا سمند شہ امم
کیسے ہوا اوڑا اوسکو یہ سرعت کہان بہم
بجلی کہین تو اوس سے وہ جولان گری مین کم
تھم جاتی ہے وہ اوسکے ٹھہرتے نہین قدم
کہتے اسے اگر کہ روانی مین تیز ہے
گرتا ہے وہ زمین پہ یہ گردون ستیز ہے

۱۰۸

ابر روان کہین تو یہ اوس مین کہان شتاب
دوش ہوا پہ چلتا ہے وہ یہ بر سر آب
گر کہیے تیز پر کا اسے دیجیے خطاب
رکتا ہے تھک کے وہ نہین رکتا یہ خوش رکاب
آہو سے بھی زیادہ دم مست و تیز ہے
سو حصہ یہ عقاب سے اوڑنے مین تیز ہے

۱۰۹

آگے کبک روی کے نسیم سحر ہے کیا
سرعت مین اس کے سامنے شمس و قمر ہے کیا
دے اسکا ساتھ مرغ تصور جگر ہے کیا
پائے نہ اسکو دوڑ کے پیک نظر ہے کیا
راکب کے لب ہلے تو جلدی روانہ ہے
اس کے لئے دہن کی ہوا تازیانہ ہے

۱۱۰

سیارہ مثل کوکب گردون جہان میر
وہ نرم چال جس سے خجل نسر چرخ پیر
کاٹے مین پتیان تک دو دو مین بے نظیر
حیرت مین جسکی گردش ہے آسمان پیر
جس سمت شہسوار نے دیکھا روانہ ہے
اسکو اشارہ آنکھ کا بس تازیانہ ہے

۱۱۱

لاغر میان غزال سرین تند و سر بلند
خوش خو دراز گیسو و خوش چشم ارجمند
وہ شوخی پن وہ حسن سراپا وہ جھب زبند
بھولے ہوئے لڑائیان غازی وغا پسند
گر جائے جس طرف اوسے چھیڑا روانہ ہے
تیزی نظر کی اوس کیلئے تازیانہ ہے

۱۱۲

خوش قد سریع سیر دلاور وفا شیم
ہے طول و عرض ارض سب اوسکے تہ قدم
جانے کو راہ چرخ برین بھی بہت ہے کم
وقت جہاد تابع اسوار ذی حشم
سنتے ہی لفظ ہان وہ برابر روانہ ہے
راکب کا حکم اوس کیلئے تازیانہ ہے

۱۱۳

رفتار میں ہے کبک چھٹے میں شاہباز
دیکھے پری تو اوس کا اوڑ جائے ادا و ناز
پھرتا وہ چھم چھم سے ہر سو وہ ترک تاز
جا بیٹا زد تیز فہم و قدم باز و سرفراز
دیکھا جو ہر سوار نے بڑھ کر روانہ ہی
بجلی کی گردش اوسکے لیے تازیانہ ہی

۱۱۴

اسکے طرارے سیکھے ہے آکر اگر غزال
چھل بل میں لاجواب ہوا اوٹھنے میں بیمثال
مالک کا اپنے دوست عدو گیر خوشخصال
ہر اک قدم ارادہ آقا کا ہے خیال
دوڑیں وہ تیز تیزگی میں یگانہ ہے
مدِ نگاہ راکب اوسے تازیانہ ہے

۱۱۵

دونون کنوتیان ہین کہ سوسن کی ہین کلی
ہیکل بھی اوسکے سینہ پہ لگتی ہے کیا بھلی
نازک مزاج ہے فرس دلیر عسلی
سایہ چمن ہو گیا جو زیادہ ہوا چلی
جنبش ہوا کی اوٹھتے ہی فوراً روانہ ہی
تحریک صرصر اوس کے لیے تازیانہ ہی

۱۱۶

دوڑے چمن میں جا کے اگر یہ پری جمال
آئی ہوا ہے صبح یہ سمجھے ہر اک نہال
مطلق گران نہ ہو قدم رخش بے مثال
پتی نہ کوئی ہو گل تازہ کی پائمال
گلگون یہ وہ ہے جس کا معروف زمانہ ہی
اوسکو تو نرمی رگ گل تازیانہ ہی

۱۱۷

نازک مزاج وہ کہ نزاکت ہو خود نثار
چٹکے اگر کلی تو جھجک کر ہو بیقرار
رنگین خرام رشک صبا غیرت بہار
وہ چاہتی کہ نام ہو بجلی کا ناگوار
گلزار میں جو ہو کے یہ گلگوں روانہ ہے
اس کو خیال سایۂ گل تازیانہ ہے

۱۱۸

اللہ رے حرب راکب دوش رسول رب
گھوڑے بھگا رہے ہیں سواران بے ادب
کہتے ہیں تیغ روک کے یہ شاہ تشنہ لب
یہ بھی جدال و حرب شناسی عرب
تنہا سے اب تو بھاگ چلے کیا پڑ گیا
کیوں بدحواس ہوتے ہو شیر آ گیا

۱۱۹

قوت تمہاری دیکھ لی ہمت بھی دیکھ لی
آگے قدم نہ بڑھ سکے جرأت بھی دیکھ لی
بالائے خاک لاشوں کی کثرت بھی دیکھ لی
برچھیاں بھی دیکھیں شجاعت بھی دیکھ لی
پیاسے سے جنگ کی زر و انعام کیلئے
اب وہ کرو کہ آئے ہو جس کام کے لئے

۱۲۰

موجود سر کٹانے کو یہ تشنہ لب ہے آؤ
تیغیں لگاؤ برچھیاں مارو تیر لگاؤ
منظور جب ہے تم کو ستانا مجھے ستاؤ
بھالے لگا کے خاک پہ رہوار سے گراؤ
ایذا و درد و رنج دو آل رسول مجید کو
نیزے پہ رکھ کے بھیجو یہ سر یزید کو

۱۲۱

لاشے کو پائمال کرو گھر کو لوٹ لو
ناموس مرتضیٰ و پیمبر کو لوٹ لو
خیمے جلاؤ خانۂ حیدر کو لوٹ لو
کہنہ لباس بیکس و مضطر کو لوٹ لو
مٹی بھی دو نہ میرے تن پاش پاش کو
بے دفن چھوڑ جاؤ مسافر کی لاش کو

۱۲۲

راہ خدا میں سہل ہے جو مجھ پہ ہو جفا
راضی رضائے حق پہ ہے مظلوم کربلا
امت رسول حق کی ہوئی دشمن ترا
جلدی مجھے ہے خود کہ یہ سر تن سے ہو جدا
دنیا سے اب حسین کے جانے کا وقت ہے
اب میرے نانا جان کے آنے کا وقت ہے

۱۲۳

فرما کے یہ خموش ہوئے شاہ تشنہ کام
رکھی غلاف میں اسد اللہ کی حسام
بے خوف ہو کے بڑھنے لگے اشقیا تمام
پاس آگئی سپاہ جفا گھر گئے امام
تیر آئے صدر سبط رسالت پناہ پر
تیغوں پہ تیغیں چلنے لگیں بیگناہ پر

۱۲۴

وہ گل سا جسم اور سنانوں کے وار آہ
نور خدا پہ ٹوٹ پڑے ناگاہ آہ
لاکھوں عدو اور ایک غریب الدیار آہ
یہ ظلم اور کوئی نہیں غمگسار آہ
جو تھے بچانے والے وہ مقتل میں سوتے ہیں
تنہا امام کون و مکان قتل ہوتے ہیں

۱۲۵

ناوک پہ ناوک آکے لگے ہیں بدن پہ ہے غضب
تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہیں تن پہ ہے غضب
بھالوں کی نوکیں ٹوٹی ہیں گردن پہ ہے غضب
گرتے ہیں کوئی آن میں رن میں ہے غضب
دم ٹوٹتا ہے ضعف سے غش پر غش آتے ہیں
گرتے ہیں برچھی کھا کے جب کانپ جاتے ہیں

۱۲۶

چھاتی پہ اپنی جس کو بہلاتے تھے مصطفیٰ
سینہ اوسی کا ظلم کے تیروں سے ہے چھدا
زہرا کی گود میں جو پلا تھا جو لاڈلا
چھٹے ہیں اوس کے پہلو میں نیزہ چبھا
کرتا نہیں ترس کوئی زخمی کے حال پر
کیا بیکسی کا وقت ہے زہرا کے لال پر

۱۲۷

بیچین ذوالجناح پہ تھے سرورِ ہدا
جو ایک تیر کین دلِ پر درد پر لگا
دم رک گیا تڑپ گئے مظلوم کربلا
کھینچا تو وہ نکل نہ سکا وا مصیبتا
ایذا غضب کی پائی شہ مشرقین نے
وہ پشت کی طرف سے نکالا حسین نے

۱۲۸

ابلا ہو تو وہ رخ پر نور پر ملا
فرمایا جاؤں گا میں یونہیں پیش مصطفیٰ
شکوہ کروں گا نانا سے اس ظلم و جور کا
حضرت کا دل دیا مجھے سمجھے نہ اشقیا
یہ دکھ مجھے دکھائے ہیں فرقے نے آپ کی
مارا ہے پیاسا مجھے امت نے آپ کی

۱۲۹

کہتے تھے یہ کہ حال ہوا آپ کا تغیر
گھوڑے پہ ڈگمگایا علی کا مہ منیر
پشتِ فرس سے گرنے کو ہو خلق کا امیر
روئیں لہو کے آنسوؤں سے اب جوان و پیر
زخمی جو تھا تو گھوڑے کے بھی پاؤں رک گئے
دہنی طرف پکڑ کے جگر شاہ جھک گئے

۱۳۰

لو وہ سوارِ دوشِ رسول زمین گرا
گھوڑے سے شاہزادۂ روح الامین گرا
بالائے خاک زینتِ عرشِ بریں گرا
اسلام کا وقار اوٹھا رکنِ دین گرا
ذرے زمینِ گرم کے تن سے چمٹ گئے
تھے دو ہزار زخم جو کاری وہ پھٹ گئے

۱۳۱

اوس حشر میں جو غور سے زینب نے کی نظر
دیکھا کہ شاہ دیں ہے پسرِ سعدِ خیرہ سر
چلائی دونوں ہاتھ اوٹھا کر وہ نوحہ گر
بیکس پہ ظلم ہوتا ہے تجکو نہیں خبر
نازل کہیں نہ قہر خدائے مجید ہو
تو دیکھے اور نبی کا نواسہ شہید ہو

۱۳۲

بستر سے دی یہ اتنے میں سجاد نے صدا
دوڑو پھوپھی کہ قہر ہوا وا مصیبتا
سر پیٹتی گئیں تو پکارا وہ مہ لقا
جنت میں پہونچے شاہ جو ہونا تھا ہو چکا
سر کٹ چکا امامِ غریب الدیار کا
گل ہو چکا چراغ نبی کے مزار کا

۱۳۳

جب تک امام وقت ہو دنیا مین برقرار
ہونگے وصی پہ راز امامت نہ آشکار
چونکا ابھی جو غش سے یہ غمگین و دل فگار
پردے اوٹھے عیان ہوئے اسرار کردگار
بھاگا ذبح لخت دل فاطمہ ہوا
دنیا سے اوٹھ گئے شہ دین خاتمہ ہوا

۱۳۴

جس دم سنا کہ ہو گیا بھائی کا انتقال
زینب پچھاڑین کھا کے گرین کھولے سر کے بال
پھر اضطراب در پہ جو لایا بصد ملال
دنیا ہوئی سیاہ نظر آگیا وہ حال
نیزے پہ فرق شاہ شہیدان نظر پڑا
پامالی حسین کا سامان نظر پڑا

۱۳۵

جنبان فلک ہے حشر کے پیدا ہین سارے طور
ٹکڑے ہو دل سنے جو یہ مضمون کوئی بغور
کیونکر کہون کیا جو سوارون نے ظلم و جور
کیا ہو بیان جو ہوگئے میت پہ ظلم اور
برگشتہ حق سے ظالم مغرور ہوگئے
سب استخوان سبط نبی چور ہوگئے

۱۳۶

ہے ہے یہ حال دلبر محبوب ذو المنن
واحسرتا یہ نوبت جسم شہ زمن
افسوس پاش پاش ہوا گل سا وہ بدن
پوشاک لٹ گئی پہ نہ ممکن ہوا کفن
تربت بنی نہ بادشہ مشرقین کی
عریان زمین پہ رہ گئی میت حسین کی

تمام شد

حال جرأت و شہادت جناب ابوالفضل العباس علیہ الصلوٰۃ والسلام

مصنفہ جناب نفیس صاحب اعلی اللہ مقامہ
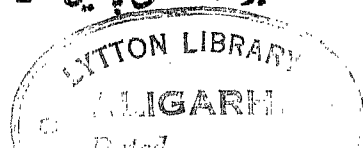
مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ

مرثیہ

فراغ ماہ کو جب رات کے سفر سے ہوا
فروغ انجم تاباں نہاں نظر سے ہوا
تمام دہر منور رخِ سحر سے ہوا
ظہورِ نورِ مبین شہر و دشت و در سے ہوا
وفورِ حسن سے چاروں طرف ضیا پھیلی
جہان میں روشنیٔ قدرتِ خدا پھیلی

۲

وہ دور دور ریاضِ فلک وہ نورِ سحر
وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور وہ مرغِ سحر
وہ گلشنوں میں نوا سنجیٔ طیورِ سحر
نقاب چہرے سے اُلٹے ہوئے وہ حورِ سحر
وہ نورِ حسن جو اپنا سماں دکھانے لگا
فلک پہ چاند خجالت سے منہ چھپانے لگا

۳

ہر اک مشام کو خوشبوئے گل بساتی تھی
صبا جب آتی تھی پھولوں میں بس کے جاتی تھی
صفائی صحنِ چمن خوبیاں دکھاتی تھی
دلوں کو وجد میں تازہ بہار لاتی تھی
نمودِ قطرۂ شبنم نہ تھی وہ گلشن میں
بھرے تھی دُر صبا گلوں کے دامن میں

۴

مہک رہے تھے ادھر تازہ پھول وقتِ پگاہ
چہک رہے تھے اُدھر طائرانِ حق آگاہ
گلوں کے رخ سے نہ ہٹتی تھی بلبلوں کی نگاہ
شگوفے باغ کے سب کج کیے تھے اپنی کلاہ
عیاں خوشی تھی ہر اک برگِ گل کی رنگت سے
نہال پھولے سماتے نہ تھے مسرت سے

۵۵

طرب سے بادِ سحر کی تھی چال مستانہ
گلوں سے ہجر کا کہتی تھی بلبل افسانہ
چراغِ لالۂ تر کے صبا تھی پروانہ
بنا ہوا تھا چمن حسن سے پری خانہ
زمین دکھاتی تھی عالم سپہرِ اخضر کا
شجر کا سایہ نہ تھا فرش تھا مشجر کا

۵۶

ہر ایک پھول کا بستان مین ڈہڑھا دہ رنگ
چمن تھا یا کہ خدیوِ بہار کا اورنگ
وہ صاف نہر کا پانی کہ جس سے آئینہ دنگ
وہ سرو چمن کہ سب قامت نگاہ کا رنگ
وہ گرد نخلِ گل سرخ و زرد کھڑے ہوئے
ادا دکھاتے تھے خوبانِ باغ کھڑے ہوئے

۵۷

وہ نکہتِ گل و سنبل جو دور تک جائے
بہار وہ کہ دلون کو جو وہ چین لائے
گھنے درختون کے سبھی وہ گھنے گھنے سائے
وہ خوش تھے پچھلے سے جو چھٹے پہر کو آئے
تنا کے پچھے زیر درخت اُٹھے ہوئے
زمانہ ہوتے تھے پریون کے تخت اُڑتے ہوئے

۵۸

خوشی تھی قلب بعیدوں کے اور قریبوں کے
خیال ہجر تھا نہ خوف کچھ رقیبوں کے
سرورِ وصل سے دل خوش تھے خوش نصیبوں کے
کنار و بوس گلوں سے وہ عندلیبوں کے
ملال ہجر بھی تھا دور نامرادی بھی
نیاز و ناز بھی تھے چہچہے بھی شادی بھی

۹

ہر اک نہال پہ مرغانِ باغ کا وہ غل
صدا سے بلبل کی الم دل کا رفع ہو بالکل
ادھر تھے جلوہ نما چہرہ ہائے لالہ و گل
ادھر سنوارے ہوئے زلف پر شکن سنبل
وہ لطف تھا جو کہیں اور غیر ممکن تھا
سحر کے وقت کہیں رات تھی کہیں دن تھا

۱۰

چمن میں دے رہے تھے اوٹھ کے باغباں پانی
زمیں پہ چاہ سے تھا ہر طرف رواں پانی
ہر ایک نخل کے تھالے میں تھا عیاں پانی
ہوا تھا آبروئے باغ و بوستاں پانی
فسردگی گئی جان آ گئی بحال ہوئے
شجر کو خرم و سیراب سب نہال ہوئے

۱۱

چمن میں پھرتا تھا خنداں و شاداں گلچیں
گلوں کے ڈھیر میں جا کے کہاں کہاں گلچیں
کبھی نہاں تھا نہالوں میں گہ عیاں گلچیں
ہر ایک پھول کو سمجھے ہوئے تھا جاں گلچیں
نہ شاخِ تر کوئی چھوٹی نہ ایک بڑی ٹوٹے
یہ دھیان تھا کہ کسی گل کی پنکھڑی ٹوٹے

۱۲

گلوں کے واسطے گلچیں کو تو یہ ہوئے الم
وہ کون تھے کہ جنھوں نے کیا یہ ظلم و ستم
وہ گلشن آہ جو تھا گلشنِ رسولِ امم
کیا وہ ظلم کی تیغوں سے باغیوں نے قلم
ریاض جس پہ محمدؐ نے ماہ و سال کئے
وہ پھول تازہ و شاداب پائمال کئے

۱۳

چمن میں فاطمہ کے اس طرف خزان آئی
جہان بہار تھی فردوس کی وہان آئی
وہ باغ اوجاڑنے کو فصل بے امان آئی
وہ صبح آئی تو گویا بلا سے جان آئی
کسی نہال کی گل و غنچا بچا نہ کوئی
سماعت کی گئی تک باغ یون لٹا نہ کوئی

۱۴

تعدّی یونہی خاروں نے اپنے منہ موڑے
شگوفے کھلنے بھی پائے نہ تھے وہ سب توڑے
ثمر رسیدہ تو پہ ظلم کچھ نہیں تھوڑے
نہ برگ چھوڑے نہ گل چھوڑے نہ غنچے چھوڑے
نہال چھانٹے پہ شجر سب کاٹے
وہ پیڑ چھوڑے سو وہ بھی ہیں غضب کاٹے

۱۵

کجا وہ وشتِ بلا شاہ مشرقین کجا
کجا وہ جانشِ مردان کا نورِ عین کجا
سوائے صدمہ رنج و ملال چین کجا
ہزار حیف کجا کربلا حسین ہم کجا
نبی کی قبر سے آہ چھٹ جائے
بچے تو وادئ ویران میں لٹ جائے

۱۶

یہ انقلاب جہان وا دریغ و وا دردا
وہ ظلم فوجِ گران وا دریغ و وا دردا
حسین و تیغ و سنان وا دریغ و وا دردا
وہ قحطِ آب روان وا دریغ و وا دردا
عطش کا شور کئی روز سے برابر ہے
نہ گھر میں بوند ہے پانی کی اور نہ باہر ہے

۴۷

سپاہ شاہ ہے بے آب و دانہ دو دن سے
ہر اک ہے تیر الم کا نشانہ دو دن سے
ہے اور رنگ زمین و زمانہ دو دن سے
غم آ چکا ہے خوشی ہے روانہ دو دن سے
سحاب جور و جفا متصل برستے ہیں
قریب نہر کے پانی کو سب ترستے ہیں

۴۸

ہر ایک باغ کو تو باغبان کریں سیراب
چمن کو فاطمہ کے دیں نہ آب خانہ خراب
کلیجے لالہ رخوں کے ہیں سوز غم سے کباب
وہ لب ہیں خشک جو تر تھے کبھی بہ رنگ گلاب
پئے یزید کی تو فوج دم بدم پانی
رسول حق کے نبیروں کو ہو بہم پانی

۴۹

حرم میں غل ہے کہ عباس نامور کو بلاؤ
سکینہ مرتی ہے اک جام آب جلد لاؤ
خیام میں رفقائے امام پاک کے جاؤ
بچا ہوا کہیں قطرہ بھی ہو تو یاں لے آؤ
روانہ خلق سے یہ لالہ فام ہوتا ہے
غضب ہوا علی اصغر تمام ہوتا ہے

۵۰

ادھر ہے نہر کو روکے ہوئے سپاہ گران
تمام گھاٹ ہیں کثرت سے شامیوں کے نگہبان
کھڑے ہیں نہر پہ آہن میں غرق لاکھ جوان
ہجوم فوج سے حیران تو ہے دریا آب روان
قلق جو ساقی کوثر کے نور عین کا ہے
تمام نہر میں اک شور یا حسین کا ہے

۲۱

کنارے جو ہیں جفا جو پڑے جمائے ہوئے
ہیں زیادہ دیکھے ہوئے بلائے ہوئے
سحر سے جمع ہیں جو شام سے ہیں آئے ہوئے
مثالِ ابرِ سیہ دل پہ دل ہیں چھائے ہوئے
شریر و کینہ ور و سنگدل ہیں جتنے ہیں
زمیں نظر نہیں آتی پیادے اتنے ہیں

۲۲

چمک سنانوں کی جاتی ہے تا بہ چرخ بریں
صدائے کوس و دف و نَے سے ہل رہی ہے زمیں
سیاہ و سرخ کھلے ہیں نشانِ لشکرِ کیں
سجے کیا ہے شمر ابن سعد سوئے یمیں
دلِ رسول کو آزار دینے آئے ہیں
یہ سب شقی سرِ شبیر لینے آئے ہیں

۲۳

اِدھر بھی جمع ہے چھوٹا سا شاہ کا لشکر
جمائے ہیں صفیں قاسم و علی اکبر
ہے ابن قین کو تفویض میمنہ بہ جگر
ہے میسرہ ابنِ مظاہر صف در
نشانِ فوج ہے بازوئے شاہ کھولے ہوئے
جوان لشکرِ شاہی ہیں تیغیں تولے ہوئے

۲۴

علم کے پاس ہیں سب نورِ عینِ شاہِ نجف
عیاں رخوں سے ہے شانِ جلال و عز و شرف
ہر ایک غازی ہے شوقِ ارم میں برق بکف
صفیں ہیں فوج کی یا سطرِ سورۂ صف
حسین جلوہ نما ہیں اور ستارے ہیں
یہ کا سورہ ہے جس طرح تیس پارے ہیں

۵۲۵

جنابِ مصحفِ ناطق کے یہ ورق ہیں
جلیل ہیں دل و جانِ حبیبِ حق سب ہیں
اگرچہ حاملِ رنج و غم و قلق سب ہیں
پر افتخارِ رسولانِ ماسبق سب ہیں
زیادہ عرش سے آلِ عبا کا پایا ہے
انھیں کے واسطے قرآنِ پاک آیا ہے

۵۲۶

خدا کے دوست ہیں سبق پرست و حق بیں ہیں
عدو رُبا ہیں وہ جو اُنسے برسرِ کیں ہیں
مجاہدانِ [illegible] جری ہیں مروّجِ دیں ہیں
نہ کیوں ہوں شان میں اعلیٰ کہ آلِ یٰسیں ہیں
بزرگ جو دو ہیں گو رتبہ ایک حاصل ہے
کہ ان میں ہے کوئی قرآن کوئی حامل ہے

۵۲۷

سخی شجاع اولو العزم صاحبانِ کرم
خدیوِ مملکتِ جود و فیض جاہ و حشم
امیرِ جن و ملک افضلِ بنی آدم
چراغِ کعبۂ حق شمعِ محفلِ عالم
بہارِ حسن پہ دنیا کی کثرت ہی جن سے
یہ چاند وہ ہیں کہ روشن بہشت ہے جن سے

۵۲۸

علی کی نسل ہیں ذرّیتِ رسولِ خدا
بتول کے دل و جان عترتِ رسولِ خدا
ہر اک ہیں شانِ علی شوکتِ رسولِ خدا
امانتِ شہِ دیں دولتِ رسولِ خدا
جو تھے بزرگ انکے وہی انکے ہیں
امام زادے ہیں اور رسول زادے ہیں

٥٢٩

وہ شان و شوکت سالارِ لشکرِ اللہ
جنابِ اکبرِ غازی علی کے نورِ نگاہ
شبیہِ حضرتِ ختمی پناہ عالی جاہ
کہ جس کے خوف سے خائف ہے لشکرِ گمراہ
دکھاتے ہیں زور تو مثلِ ورق زمین اولٹے
کھڑے ہیں مثلِ ید اللہ آستین اولٹے

٥٣٠

جنابِ قاسمِ ذیشان اور ہیں پیادہ
حسن علیہ السلام کے باغ کا سبز سروِ آزادہ
دکھا رہا ہے جلالِ علی وہ شہزادہ
پئے جہاد ہیں دادا کی طرح آمادہ
بڑھے رہیں گے یہ چین ہیں تو جوانوں سے
لڑی ہوئی ہے نظر وان کے پہلوانوں سے

٥٣١

جنابِ زینبِ عالی کے دو نورِ لختِ جگر
کھڑے ہیں چین پہ چین مثلِ حیدر و جعفر
ہیں بر میں چھوٹی سی زرہیں بندھی ہوئی ہے کمر
عنان یہ ہاتھ ہیں اور نیچے ہیں کاندھوں پر
پرے جمے ہیں کہ پیاکر ہیں ہزاروں کو
ادبِ شاہ کے روکے ہیں راہواروں کو

٥٣٢

نبی کے جلال علمدارِ شاہِ عرش اساس
خدا کے شیر کے دلدار حضرتِ عباس
کہ جنکے رعب سے چھایا ہے لشکروں پہ ہراس
ہیں سر کے سیدھے سینے میں شاہزادوں کے پاس
دعائیں جیتے کی ایک ایک جری کو دیتے ہیں
کوئی بڑھ آتا ہے صف سے تو روک لیتے ہیں

۳۳

اشارہ ہے کہ جمائے رہو تم اپنا پرا
شروع جنگ ہے ہان ابھین ہے دیر ذرا
ہمارے بعد کرو نصرت شہ دوسرا
دکھاؤ رنگ جدال وصی خیبر را
ہے انتظار کہ خونخوار فوج شہ سے بڑھین
خدنگ آئین ادھر سے تو ہم ادھر کو بڑھین

۳۴

یہ عرض کرتے تھے عباس سے وہ ماہ لقا
امام دین سے دلا دیجیے پہلے ہمکو رضا
اڑائین فوج پہ گھوڑے مثال شیر خدا
چلین یہ تیغ بھرین اوسی وقت بلا
ابھی تو گھاٹ کے پہرے اٹھا دیتے ہین
کہین جو آپ تو دریا کو چھین لیتے ہین

۳۵

ہمارے سامنے لشکر کے یہ جوان کیا ہین
پھریرا کیا ہے علم کیا ہے اور نشان کیا ہین
یہ بھالے کیا ہین یہ سرتیز برچھیان کیا ہین
یلان فوج ہین کیا اور یہ پہلوان کیا ہین
خدا کے شیر کے شیروں کے منھ پہ چڑھ نہ سکین
ہم اسطرح انھین پسپا کرین کہ بڑھ نہ سکین

۳۶

حسین کہتے ہین روکے رہو انھین بھائی
بھرے ہین غیظ مین جب سے یہ فوج ہو آئی
ہمارے جسم کی ہین جان سب یہ شیدائی
علی کے ہاتھ کی قوت ہر اک نے ہے پائی
بڑھین اگر تو ہزارون سے بھی جھکین گے نہ یہ
سوا تمھارے کسی اور سے رکین گے نہ یہ

۳۷

یہ عرض کرتے ہیں بچپن اُنکے تازی ہیں
قلیل عمر ہیں خواہانِ سرفرازی ہیں
جری و ہاشمی و مکی و حجازی ہیں
ہیں بیٹے جنکے جد اسد اللہ یہ وہ غازی ہیں
سحر سے رزم کا یہ عزم کر چکے ہو ا
یہ تیر مجھ سے بھی مشکل سے ہیں رکے ہو ا

۳۸

یہ ذکر ادھر تھا کہ تیر اوس طرف سے آنے لگے
رفیق آپکے سب ایک ایک اوڑ جانے لگے
مثالِ تیر زبان پر آیتین دکھانے لگے
اوٹھا کے زخم لہو مین جری نہانے لگے
فدائے راہ الٰہی ہر اک سعید ہو ا
حسین لاش اوٹھا لائے جو شہید ہوا

۳۹

لڑے ہزاروں سے اوس پیاس مین وہ سب صفدر
بہا کے خون کے دریا گئے لبِ کوثر
ہر اک دوست کی فرقت مین روئے سرور
کہ جیسے روتا ہے بھائی کو بھائی چلا کر
غضب کا غم پسرِ ختم مرسلین نے کیا
پچاس لاشون پہ ماتم امام دین نے کیا

۴۰

عزیز شہ کے پھر آمادہ جدال ہوے
وغا سے اون کی تو عاجز جہاں خصال ہوے
شہید زینب و مسلم کے نونہال ہوے
حسن کے لال بھی آخر لہو مین لال ہوے
نظر سے چھپ گئے جو عرش کے ستارے تھے
وہ پنجے قتل ہوے جو نبی کے پیارے تھے

۵۲۱

ہوا نہیں غمِ قاسم سے شاہِ دیں کو فراغ
فلک دکھاتا ہے اب نوجوان بھائی کا داغ
وہ بھائی آہ جو ہے تربتِ علی کا چراغ
کہ جس سے تازہ ہے شبیر کی حیات کا باغ
توانِ جسم ہے جانِ امامِ والا ہے
جسے حسین نے گودی میں اپنی پالا ہے

۵۲۲

معینِ حافظِ جان لطفِ زندگانی بھی
جلال و رعب میں شیرِ خدا کا ثانی بھی
جری بھی خیر بھی سرگرمِ جانفشانی بھی
شفیقِ اہلِ وفا باپ کی نشانی بھی
جو صورتِ تن و جاں خوش خصال ساتھ رہا
وہ بھائی جس کا کہ بتیس ۳۲ سال ساتھ رہا

۵۲۳

ذری تھا جس سے دلِ شاہ اب چھٹتا ہے
جو ہے شبیر پہ اسباب وہ چھٹتا ہے
علی کے گھر کا جو ہے ماہ اب وہ چھٹتا ہے
جو بازوؤں کا ہے زور آہ اب وہ چھٹتا ہے
کمر بھی ضعف سے جھکی ہے یہ رنج بھاری ہے
یہ کوہ صدمہ و اندوہ سب پہ بھاری ہے

۵۲۴

وداع ہوتے ہیں عباس رو رہے ہیں امام
بکا کا جوش ہے رخ آنسوؤں سے تر ہے تمام
گلے میں ہاتھ ہیں بھائی کے اور لب پہ کلام
تمہارا کوچ ہے مظلوم کی اجل کا پیام
کیا بھائیوں نے سفر تم بھی منھ کو موڑ چلے
مسافرت میں مسافر کا ساتھ چھوڑ چلے

۱۳

۴۹

بکاشہ سے عباس بھی ہیں شکوہ شان
یہ عرض کرتے ہیں اے قبلۂ زمین و زمان
غلام کیلئے ہے اضطراب و آہ و فغان
حضور فاطمہ و مصطفیٰ کی تن کی ہیں جان
نثار ہونے دیں پھر کیا کروں جو کہہ نہ کروں
یہ ظلم آپ پہ دیکھوں میں اور مدد نہ کروں

۵۰

کہنے لگا ہے گوہر معدن الرسالت کا
نہ وقت آیا ابھی تک مری شہادت کا
سوال اگرچہ مکرر کیا اجازت کا
اشارہ آپ نے پایا اگر نہ رخصت کا
خوشی تھی جس کی وہ ہنگام ٹل گیا ہیہو
ہمارے مرنے کا موقع نکل گیا افسوس

۵۱

یہیں پہ ہوتا اگر فرزند امام سعید
تو ہوتے کاہے کو شہزادے سب کے سب شہید
جہاں میں جا کے ہوں گے وہ سید شہید
تو مجھ سے قریب ہوئے ہوں گے عون و محمد
وہ ہیں تو قتل ہوئے زندہ رہ گیا خادم
نبی کی آل سے شرمندہ رہ گیا خادم

۵۲

دعا ہے اب کہ ہو میری شہادت آپ ہیں
خدا کے سایہ میں باشان و شوکت آپ ہیں
مجھے ہو قتل کہ مقتل میں زحمت آپ ہیں
نہ ہوں غلام مگر تا قیامت آپ رہیں
جہاں میں کیا ہے جو نور فلک جناب نہ ہو
وہ دن ہے رات کہ بد تر جو آفتاب نہ ہو

۵۵۳

پہ چاہتا ہوں کہ جلدی فرات پر جاؤں
ستم کی فوج سے لڑ بھڑ کے مشک بھر لاؤں
بچیں صغیروں کی جانیں جو پانی لے آؤں
بتوں سکینہ کا تشنہ تو آبرو پاؤں
خیال ہو گا اُسے میرے پھر کے آنیکا
غلام کر چکا ہے وعدہ پانی لانے کا

۵۵۴

نہیں غم اس کا جو سر تا قدم لہو میں بھروں
پھر اپنے دوش پہ بچوں کی مشک بھر کے دھروں
بتول جس میں خوشی ہوں وہ آج کام کروں
مری وفا کا ہے ذکر خلق میں جو مروں
اوٹھاؤں زخم بدن خون میں تر شان بھی ہو
یہ ہاتھ کٹ بھی ہوں فدا آپ پہ جان بھی ہو

۵۵۵

کہا حسین نے بہتر ہے دیکھئے ہمیں غم
پہ جاؤ تم اور نہ نکلا ہمارے جسم سے دم
مل آؤ جا کے حرم سے کہ جاؤ گے عدم
کہا کہ سب سے مل آیا غلام شاہ اُمم
فراق آپ کا ہر چند شاق ہے مولا
نثار جلد ہوں یہ اشتیاق ہے مولا

۵۵۶

پہ کہہ کے بھائی سے عباس با وفا روئے
تڑپ تڑپ کے ادھر شاہ کربلا روئے
پدر کے رونے پہ ہمشکل مصطفیٰ روئے
چچا بھتیجے گلے مل کے پھر جدا روئے
امام دو جہاں یوں کہتے تھے نامور کیسا
کہ باپ پاتا ہے جس طرح سے پسر کیسا

١٤

۵۵۷

یہی تھا لب پہ کہتے ہے مرے جوان بھائی
شفیق و دوست مجھ سے مہربان بھائی
اب آج آنکھوں سے ہو جاؤ گے نہان بھائی
کہو کہ ڈھونڈھتے جاؤں تمہیں کہاں بھائی
دل حزین کو نہ راحت نصیب اب ہو گی
بتاتے جاؤ ملاقات تم سے کب ہو گی

۵۵۸

قدم پہ گر کے یہ عباس باوفا نے کہا
خدا کے واسطے رقت کو تھامیے آقا
کہا کہ جبر سے ہار دو جو کچھ حسد اکی رضا
سلام کر کے اٹھا ابن شاہ قلعہ کشا
اٹھا جو وہ تو شہ مشرقین بیٹھ گئے
کمر پکڑ کے زمین پر حسین بیٹھ گئے

۵۵۹

جری کا رخش صبا رشک تیز گام آیا
پری کی چال سے شبدیز خوش خرام آیا
گران رکاب سبک سیر و خوش لجام آیا
قریب شاہ فلک احتشام آیا
بلند کر کے اقبال نام سوار ہوا
نشان مشک لیے باوفا سوار ہوا

۵۶۰

سوار ہوتے ہی طاؤس بن گیا رہوار
کیا جو دم کو چھوڑا اور ہو گئی رفتار
بڑھا وہ یوں کہ چلے جس طرح نسیم بہار
طرارے بھرنے لگا مثل آہوئے تاتار
شجاع جری سواری میں اوس دلیری ہے
ہرن کی آنکھ ہے لیکن نگاہ شیر کی ہے

٦١

چمک ہیں نعل قدم سے ہی شرمسار ہلال
نشان نعل سے بھی تو ہیں آشکار ہلال
زمیں پہ بنتے چلے یاں ہی چار چار ہلال
ہر ایک نقش پہ جس کے فدا ہزار ہلال
یہ ماہ نو ہیں ضرورت ہے کیا مثالوں کی
زمین دشت بلا بن گئی ہلالوں کی

٦٢

وہ یال عطر فشاں جو مثال زلف پری
ہر ایک رگ میں ہے سرعت جو صف اُبھری ہی
سم ایسے چمکیں کہ سب بدر کی ہی جلوہ گری
وہ چال جس سے کہ اُڑ جائے رنگ کبک دری
اک آئینہ ہے جبیں میں صفائیاں ایسی
خجل ہوں بانکے حورا کلائیاں ایسی

٦٣

دم جدال جری بھی ہے باوفا بھی ہے
سحاب کا بھی چلن تیز ہی ہوا بھی ہے
روش ہے برق کی بھی سرعت صبا بھی ہے
ہما نہیں ہے سعادت میں پر ہما بھی ہے
اسد کا رعب بھی جرأت بھی ہے جلال بھی ہے
پھر اس پہ دیکھو تو خوش رو بھی خوش جمال بھی ہے

٦٤

عقاب طلعت وطناز و سرفراز بھی ہے
عدو شکار بھی اڑنے میں شاہباز بھی ہے
پری کی چال بھی انداز بھی ہے ناز بھی ہے
ادب بھی حلم بھی شوخی بھی امتیاز بھی ہے
سبک روی کو نسیم بہار سے پوچھو
فرستوں کو دل شہسوار سے پوچھو

٦٦٥

فلک نوردِ جہان پیمر دو دور دم بھی ہے
روش میں رفرف و صرصر بھی خوش قدم بھی ہے
معینِ حافظ اسوار ذی حشم بھی ہے
اصیل و نیک خصال و وفا شیم بھی ہے
حسین بھی غنچہ دہن بھی غزال چشم بھی ہے
تنک مزاج بھی غیرت بھی غیظ و خشم بھی ہے

٦٦٦

بھلے ہے عیب سے بھی صاحبِ ہنر بھی ہے
قوی بھی ہے دل و پر زور پر جگر بھی ہے
لڑے سوار تو ہشیار و باخبر بھی ہے
ظرافتِ طبع نزاکت کے ساتھ یہ ڈر بھی ہے
فرس وہ کام کا ہے کوئی نقص جس میں نہیں
صفت وہ کون سی گھوڑے کی ہے جو اس میں نہیں

٦٦٧

ہرن کی جست بھی ہے شیر کی زغند بھی ہے
سبک عنان بھی تنو مند و سر بلند بھی ہے
سریع سیر بھی چالاک و عقلمند بھی ہے
عدو کے فوج ستم بھی وغا پسند بھی ہے
دم جدال عدم غازیوں کے بڑھتے ہیں
شجاع ایسے ہیں گھوڑوں پہ ان کے چڑھتے ہیں

٦٦٨

خوشا جلال و زہے شان ابن شاہ نجف
سوار وہ ہے جو دلدل سوار کا ہے خلف
عنان پہ ہاتھ ہے رخ لشکر لعین کی طرف
یہی ہیں فارس مضمار عز و جاہ و شرف
فن ان سے سب نے کیے یاد شہسواری کے
یہی جہان میں ہیں اوستاد شہسواری کے

۶۹

قدم قدم پہ جلالت دکھاتے جاتے ہیں
نگاہ تند سے جرأت دکھاتے جاتے ہیں
ولیٔ حق کی قوت دکھاتے جاتے ہیں
جو تھی علی کی وہ شوکت دکھاتے جاتے ہیں
وہ طنطنہ ہے کہ ڈرے لشکر حسد جس سے
وہ دبدبہ ہے کہ دب گئے اسد جس سے

۷۰

وہ رعب چشم کہ آنکھیں ملا سکے نہ کوئی
وہ تیغ خشم اماں جس سے پا سکے نہ کوئی
نظر وہ تیز کہ تاب اوس کی لا سکے نہ کوئی
قوی وہ ہاتھ کہ پنجے سے جا سکے نہ کوئی
لڑیں ہزاروں سے بڑھ بڑھ کے جرأت ایسی ہو
ہلا دیں خاک کے طبقوں کو طاقت ایسی ہو

۷۱

اودھر تو آمد ضرغام شیر حق کا ہے غل
قدم ہٹیں ہیں تزلزل میں فوج ہی باکل
ہر اک پہ خوف ہے طاری چراغ ہوش ہے گل
نظر ہے سب کی سوئے ابن صفدر دلدل
یہی ہے شور کہ خالق کا اب غضب آیا
وہ گرد اوٹھے وہ جگر بند بو تراب آیا

۷۲

یہ پتھر خاک اوڑا دیگا سارے لشکر کی
غبار چھائے گا آنکھوں میں ہر دلاور کی
ہے بو ترابیوں میں شان جنگ حیدر کی
خراب ہوئیگی مٹی ہر ایک افسر کی
نہ جا سکیں گے جو اعدا ذرا سامنے اس کے
وغا شجاعوں کی ہے گرد سامنے اس کے

۷۳

ہو لڑائی سے ہشیار شیر آتا ہے
ہر ایک صف پہ بے پیار شیر آتا ہے
ہٹے نہ اب کوئی زنہار شیر آتا ہے
فرات سے بھی خبردار شیر آتا ہے
بنا ہے آن کا سقہ بھی پاس نام بھی ہے
لئے ہے مشک بھی وہ دوش پر تشنہ کام بھی ہے

۷۴

یہ ہلا کے عالی جناب آ پہونچا
قریب ذروں کے وہ آفتاب آ پہونچا
پے جہاد و شجاعت مآب آ پہونچا
اولٹ پلٹ ہوئی صف شیر غاب آ پہونچا
اوٹھا کے غیظ میں سر تیغ صفدر کی طرح
ہٹے فرات نظر پہلے کی اسی طرح

۷۵

کیا جو حملہ ساتوں طبق زمین کے ہلے
تنوں میں ڈر سے جگر لشکر لعین کے ہلے
ہراس چھا گیا دل دشمنان دین کے ہلے
خمیدہ ہو کے نشان فوج اہل کین کے ہلے
سب اگلی صف کے جوان پچھلی صف میں جانے لگے
لرز لرز کے فرس بھی قدم ہٹانے لگے

۷۶

رجز کے شعر کہے اس طرح ادا پڑھ کے
شرف میں سب سے ہیں سردار انبیا بڑھ کے
نبی ص کے بعد علی ع کا ہے مرتبہ بڑھ کے
مجھے پدر سے نہیں کوئی رہنما بڑھ کے
بزور تیغ ضلالت مٹا گئے ہیں وہی
طریق دین محمد ص بتا گئے ہیں وہی

۵۸۰

شریعت کدۂ یثرب و شدید القویٰ
فصیح و رہبر و ہادی و اطلق الفصحا
جمیل و بدر دجیٰ شمس آسمان علا
ادیب ہازم الاحزاب و اشہر البطحا
ابو الائمہ و مطلوب کل طالب بھی
خدا کا شیر بھی اور لیث آل غالب بھی

۵۷۹

سراج محفل رحمت کلید رحمت رب
نجیب و مفترض الطاعت و امیر عرب
حبیب ہاشمی و ذی شرف بلند حسب
سخی و محرم اسرار حق جلیل نسب
سرور فیض کا محتاج کے دلوں کو دیا
گدا اپنا تیغ سے جھوٹے سائلوں کو دیا

۵۷۸

ظہیر ناصر و منصور عروۃ الوثقیٰ
مقدم النقبا نور سید النجبا
ولی حجت خالق بشیر البشرا
امام ابن عم المصطفیٰ ابو الشہدا
شجاعت ایسی کہ مرحب کو لڑکے زیر کیا
مروت ایسی کہ قاتل کو اپنے سیر کیا

۵۷۷

جلیل و مرشد و مولائے جبرئیل امین
کہ جس کا نقش قدم لنگر سفینۂ دین
امیر کون و مکان حاکم زمان و زمین
کہ جس کے حکم میں سب نجم و آفتاب مبین
کریم جس کی عطا ہے وہ خوش کریم ایسا
کلام جس سے کرے شمس نے کلیم ایسا

۵۸۱

زبر مین لکھتا ہے ذاکر کچھ اب ثنائے علی
جہان مین خلق شجاعت ہوئی برائے علی
ظفر بھی ساتھ تھی جب فوج مین در آئے علی
لقب ملا کسے خیبر شکن سوائے علی
کہان کہان نہ لٹے اور کہان گذر نہ کیا
وہ قصہ کون سا تھا جو علی نے سر نہ کیا

۵۸۲

صفی و کعبۂ ایقان و قبلۂ السادات
رضی و قائد قدوس کاشف الکربات
تقی و ظل الٰہی و حامل الآیات
زکی و عابد و ذی فیض و سابق الخیرات
وہی دیا اوسے جس شے کو جس نے فرض کیا
خدا نے جسکی مودت کو سب پہ فرض کیا

۵۸۳

وہی صف شکن و نور صفا ہین علی
مطیع رب علا سابق الوفا ہین علی
جواد و اہل کرم طالب رضا ہین علی
مجیر و عادل و ذی خیر و با سخا ہین علی
ملال مین جو ضعیفہ کو آپ پانے لگے
خود اپنی دوش پہ مشکیزہ لے کے جانے لگے

۵۸۴

امام اول و مولائے فخر ہر دو جہان
ولی و ثانی اہل الکسا و حیدر زمان
قسیم کوثر و تسنیم و سلسبیل و جنان
ملک صفات و مغیث امم بلند مکان
عطا کی مسند احمد فلک سریر کیا
خدا نے اپنے نبی کا جسے وزیر کیا

۵۸۵

سمیٔ رب علا نا مدارِ عرش و قار
شجاع و صفدر و سیاف و غازی و جرار
معین و قوت بازوئے احمدِ مختار
لقب ہے جس کا ید اللہ و حیدرِ کرار
عیاں ہیں اون کی لڑائی میں رن میں جیسے
کوئی لڑا ہی نہیں ایسا علی لڑے جیسے

۵۸۶

امین و جامع فرقان و حافظِ تنزیل
مطاعِ انس و جن و جبرئیل و میکائیل
نصیر اون کے خدا بندۂ خدائے جلیل
ملا ہے جو شرف اوس کے گروہ ذلیل
جلال و قدرِ جناب امیر بھول گئے
یہ غدر ہے کہ حدیثِ غدیر بھول گئے

۵۸۷

علی کے جو تھے وہی سب حسین کے ہیں شرف
نبی و فاطمہ زہرا کا لال در نجف
خدا گواہ کہ حق ہے امام دین کی طرف
یہ چاہتی ہو کہ دولت ہو مصطفیٰ کی تلف
فرات روک کے پیاسوں کی جان لیتے ہو
نہ امن دیتے ہو شہ کو نہ پانی دیتے ہو

۵۸۸

دیا جواب یہ غازی کو ابن سعد نے تب
کہ اس کلام سے کیا ہے جناب کا مطلب
کہا کہ عازم دریا ہے ابن ضیغم رب
یہ مشک بھر کے سوئے خیمہ گاہ جاوینگا اب
نبی و فاطمہ زہرا کے پیارے پیاسے ہیں
ہے زیست تلخ کہ آقا ہمارے پیاسے ہیں

۵۸۹

پکارا شمر گذرنا بہ نہر ہے دشوار
کنارے جیسے محافظ کھڑے ہیں بیس ہزار
کہا بڑھیگا جو ضرغام حیدر کرار
تو مثل موج کے بھاگیں گے سب ظلم شعار
اگر لڑے تو وہیں جوئے خون بہا دیگا
بنا کے لاشوں کا پل تا بہ نہر جاویگا

۵۹۰

یہ سن کے فوج ستم موج سے خدنگ چلے
علم کے سائے تلے تیغوں کو خانہ جنگ چلے
وغا کو بہر وغا کے جو تھے نہنگ چلے
یلان روم و سیہ کار شام و زنگ چلے
بجے دہل کل جنگ و جدال کھلنے لگے
غریو و غرش لشکر سے چرخ ہلنے لگے

۵۹۱

پلا دے بادہ پر زور ساقیا جلدی
وہ مے کہ جس میں ہو نصرت کی بو اٹھا جلدی
بس اب صراحی و ساغر اٹھا کے آ جلدی
شروع جنگ سے چھلکا کے جام لا جلدی
زیادہ جوش میں جرأت کا نشہ چڑھتا ہے
وغا کو ساقی کوثر کا لال بڑھتا ہے

۵۹۲

نیام سے خلف مرتضی نے لی تلوار
بلند ہاتھ جری کا ہوا چلی تلوار
اوٹھی گری صفت صارم علی تلوار
[illegible] کرنے لگی ظاہر و جلی تلوار
صفوں میں بیدم و بے جان ڈھیر ہونے لگے
سروں کے ہاتھوں کے کٹ کٹ کے ڈھیر ہونے لگے

۵۹۳

رہی نہ تاب عادل کے پہلوانون کے
خدنگ کاٹ کے ٹکڑے کیے کمانون کے
جدہر کو منھ کیا رخ پھر گئے جوانون کے
خزان کی فصل تھی لاشے پٹے تھے جوانون کے
یہ پھل کھلا کہ قدم باغیون کے ہٹنے لگے
یہ پھل لگا کہ نہال حیات کٹنے لگے

۵۹۴

اولٹ اولٹ گئین صف پر صفین پرے پہ پرے
بدن مین جان نہین ڈر سے کون جنگ کرے
یہ کانپے قلب کہ قبضون پہ ہاتھ تک نہ دہرے
ذرا نہ دم رہا تیغون مین تیغ زن ٹھہرے
سنا ئین جان گئین یہ کہ سب کی جان گئی
ہر ایک تیغ بھی اوباجری کا مان گئی

۵۹۵

کبھی سپر تو کبھی خود سر دو نیم ہوئے
یلان فوج گرفتار خوف و بیم ہوئے
نشانہ تیر ہزیمت کا سب لئیم ہوئے
جہنمی تھے روانہ سوئے جحیم ہوئے
عمل تھے زشت تو بازار گرم آتشی سے
پکاری موت کہ پھر کیون لڑے بہشتی سے

۵۹۶

وہ تیغ موت کو قبضے مین لائے جاتی تھی
چمک کے جوہر یورش دکھائے جاتی تھی
شکست فوج ستمگار پائے جاتی تھی
جو ساحر اونمین تھے اونکو کھائے جاتی تھی
دکھایا معجزہ موسیٰ عصا بن کے
نگل نگل گئی کشتون کو اژدہا بن کے

۹۷

صفوں کو شعلہ فشانی دکھائے جاتی تھی
قریب مہر روانی دکھائے جاتی تھی
دغا میں تیغ زبانی دکھائے جاتی تھی
گرانیوں پہ گرانی دکھائے جاتی تھی
نہ اوٹھ سکا وہ جو ایک بار بجلی سے گرا
ہوا کی طرح اوڑی وہ دور جا کے گرا

۹۸

جدھر جدھر شہ والا کی تیغ بانی ستم نہ تھے
نشان کاٹ کے گر گر پڑے علم نہ تھے
ہوئے تھے جنگ پہ جو جو کہ ہم قسم نہ تھے
الٹ گئیں صفیں سپہ کیا تو ان کے قدم نہ تھے
نہ تھی پچھلے ہوئے لاشے آگے جاتے تھے
سروں پہ پاؤں رکھے رن سے بھاگے جاتے تھے

۹۹

سپاہ بے سر و پا دست تیغ نے کر دی
زمیں دلیروں کی لاشوں سے دور تک بھر دی
سیاہ کاروں کے چہروں پہ چھا گئی زردی
بگڑ گیا رنگ اور اڑ گئی جوانمردی
کمی تھی فوج کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے تھے
یہ طرفہ جان تھا مضبوط ٹکڑے ہو گئے تھے

۱۰۰

نہ اوس کے ہاتھ اوٹھے پھر جنگ اس کے
ملے وہ خاک میں غنچے تھے سر جن جن کے
حسام تیز نے ٹکڑے کئے تھے کس کس کے
پڑے تھے گھوڑوں کی ٹاپوں سے جسم پس پس کے
ہوئیں شکست تو جوشن بھی خوفناک ہوئیں
زمیں میں خود بھی سمائے جو ایں بھی خاک ہوئیں

۱۰۱

پناہ تیغ علمدار سے کسی کو نہ تھی
امان جدال میں جرار سے کسی کو نہ تھی
جگہ بچاؤ کی تلوار سے کسی کو نہ تھی
مفر کی شکل بھی کرار سے کسی کو نہ تھی
حسام جلوہ نما سر پہ تھی جدھر جاتی
حصار کر لیا تھا موت نے کہ مر جاتی

۱۰۲

جہاد حضرت عباس تھا جہاد علی
ہر ایک ضرب پہ تھی وقت جنگ یاد علی
بڑھا ہی جاتا تھا ازبسکہ جوش نہاد علی
قدم قدم پہ ظفر پڑھ رہی تھی نادِ علی
وہ ملک گیر نشان پر اسد اللہ جب پڑھتی تھی
وہ ان کی دھاک کہ بازو پہ نیم پڑھتے تھے

۱۰۳

وہ تیغ تیز تھی یا قہر حضرت داور
کٹے تھے سب قد رعنا نزار مضطر
کسی کے ہاتھ سے چلا بھی تیغ سے نہ اودھر
بڑھا جو کوئی تو دیوار اوٹ آہنی اوس پر
پہ شور تھا کہ جسے کی ٹیک وہ بھی سے
یہ جوہر اسکے نہیں تھے عیان ہے سبق کے

۱۰۴

نہ چھوڑا اوسکو جو لشکر میں چیدہ کوئی تھا
زمین پہ تھا کوئی مردہ طپیدہ کوئی تھا
پریدہ دست کوئی سر بریدہ کوئی تھا
کوئی رمیدہ تو آفت رسیدہ کوئی تھا
وہ بل وہ زور وہ جرأت وہ آن بان تھی
امان امان تھی لبوں پر مگر امان نہ تھی

۱۰۵

دو پارا تیغ سے بالائے خاک تھا کوئی
حسام خوف سے دشمن ہلاک تھا کوئی
کوئی تپاں تھا وہ تھا دردناک تھا کوئی
گلو بریدہ کوئی سینہ چاک تھا کوئی
کوئی تڑپتا تھا مرتا تھا بے اجل کوئی
پڑا تھا پشت کے بل کوئی منھ کے بل کوئی

۱۰۶

سوائے موت نہ آتا تھا کچھ کسی کو نظر
نہ اوس کو اس کی خبر تھی نہ اونکو انکی خبر
بجا حواس نہ تھے ہوش فوج باغی پر
اوڑی یہ خاک کہ مٹی میں مل گیا لشکر
ہوا نہ خوف سے ذرہ بھی درد سہکے اوٹھا
اوٹھا غبار تو یا بوتراب کہکے اوٹھا

۱۰۷

وہ تیغ برق جہندہ سے بے سوا بیتاب
ظفر نصیب طبیعت کی گرم فتح مآب
خموش اور یہ تیزی زبان میں نایاب
نہ دے سکے کوئی حاضر جواب جس کا جواب
جھکے تھے اونچوں کے سر اوسکی سرفرازی سے
زبانیں بند تھیں اونکی زبان درازی سے

۱۰۸

گری وہ جب تو گری برق آسمان کی طرح
کلیجے چھید لئے نوک سے سنان کی طرح
سوئے حیات گئی مرگ بے امان کی طرح
بہلا دکھی جدھر آئی واں خزان کی طرح
نہ بے قلم کئے ہاتھ اوسنے اور نہ سر چھوڑے
نہال کفر کے آخر نہ برگ و بر چھوڑے

۱۱۳

جدھر چمک کے وہ شمشیر شعلہ رنگ آئی
صفوں پہ آتش قہر و جلال برسائی
جلا کے خاک کیا ایسی آگ پھیلائی
بگڑ کے اون پہ ظفر اہل نار نے پائی
کسی کا بس دم جنگ وجدل نہ چلتا تھا
بہ رنگ شمع ہر اک استخوان جلتا تھا

۱۱۴

وحوش دیکھ کے اوس کی چمک لرزتے تھے
درخت کانپتے تھے کوہ تک لرزتے تھے
ہوا پہ جن تو سما پر ملک لرزتے تھے
زمین ہلتی تھی ساتون فلک لرزتے تھے
بپا تھا شور کہ یہ حشر کی علامت ہے
ظہور معرکہ عرصۂ قیامت ہے

۱۱۵

یہ رنگ لائی ہے رنگین بھی تیغ بیمار رنگ
کہ تیز رنگ ادھر کا ہے وان کا پھیکا رنگ
ظفر کے باغ کے یان گل کھلے ہیں نیا رنگ
کبھی ہے تیرہ کبھی زرد ہے کسی کا رنگ
ہر اک کو خوف جری رنگ یہ دکھاتا ہے
کہ ایک آتا ہے رنگ ایک اڑ جاتا ہے

۱۱۶

ادھر حسام میں ہے برق کا ہلال کا رنگ
ادھر عروج کا ہے رنگ اودھر زوال کا رنگ
اوڑا ہوا ہے اودھر فوج بد خصال کا رنگ
جما ہوا ہے ادھر مرتضٰی کے لال کا رنگ
وفا کا رنگ اودھر وقت جنگ بگڑا ہے
بنائے بن نہیں پڑتا یہ رنگ بگڑا ہے

۱۲۱

وفا کا رنگ ہے جوش پر طبیعت ہے
علی کے شیر کی پیش نگاہ جرأت ہے
ہر ایک لفظ کی بھی رخ کی شوخ رنگت ہے
رقم جو ہوتا ہے مصرع وہ تیغ آفت ہے
صریر کلک نہیں بولتا ہے رن گویا
کہ آ رہی ہے صدائے بزن بزن گویا

۱۲۲

بس اب یہ ختم وفا اور یہ کارزار یہ جنگ
دکھا چکا قلم منقبت نگار یہ رنگ
رہیگا آج کی مجلس کا یادگار یہ رنگ
پسند کرتے ہیں سب میرے دوستدار یہ رنگ
بطول بزم میں وقت بیان جنگ دیا
نفیس خوب ترے مرثیہ نے رنگ دیا

۱۲۳

بھگا کے فوج کو پلٹے ہیں حضرت عباس
علی کے شیر کو ہے وہ شبانہ روز سی پیاس
ہٹے ہیں اب وہ محافظ جو تھے فرات کے پاس
پڑا ہے غش میں بیٹے شاہ عرش اساس
خیال ہے جو سکینہ سے وعدہ کرنے کا
بس اب ہے جوش بہشتی کو مشک بھرنے کا

۱۲۴

اور اٹکے اسپ کو ضرغام نہر پر آیا
نظر جو پانی پہ کی دل جری کا بھر آیا
جگر میں تشنگی شہ کا تیر در آیا
سمند نہر میں رکھ کر قدم اوتر آیا
فرس یہ سوچا کہ تو تو کمال پیاسا ہی
مگر نہ پیچو کہ زہرا کا لال پیاسا ہی

۱۲۵

سمند سے بہے آب رواں جھکا وہ جری
بہا کے مشک سکینہ کی خاک مشک بھری
دہانہ باندھ کے دوش پہ اپنے دھری
زبان تھی سوکھی ہوئی زخم آنسو کی تری
پہ چھیاں ہٹا کے وغا میں نہ کچھ خلل آئے
بہت تھی پیاس مگر تشنہ لب نکل آئے

۱۲۶

کہا تھا جو وہ کیا کام واہ ری جرأت
بڑھا کے رخش چلے سوئے خیمۂ حضرت
کہا فرس سے کہ چلنے میں تو بھی کر عجلت
قریب آ گیا ناگاہ لشکر بدعت
بڑھا کے گرد سے زرغے میں آ گئے عباس
پیادہ شام کے حلقے میں آ گئے عباس

۱۲۷

قریب خیمۂ سرور رہی جا نہیں سکتے
یہ کشمکش ہے کہ اس سمت آ نہیں سکتے
پہاڑ درد و الم کے ہٹا نہیں سکتے
ذرا بھی راہ نکلنے کی پا نہیں سکتے
نبرد ڈھونڈھے وہی غل ہے ستم شعاروں میں
گھرے ہیں نیزوں میں یوں جیسے پھول خاروں میں

۱۲۸

دعا یہ ہے کہ کسی طرح مشک بچ جائے
یہ تشنہ لب سے تا خیمہ گاہ پہونچ جائے
حضور میں تن تنہا ادھر سے کون آئے
سمٹ کے نکلے جو رستا کہیں فرس پائے
پیادہ اہل جفا دشمنی کی جوش پہ ہے
ابھی تلک تو سلامت یہ مشک دوش پہ ہے

۱۲۹

عجب مصیبت و آفت میں ہے علی کا پسر
کٹے ہیں ہاتھ گری مشک پر آب گوہر
پڑی ہے مشک پہ پیکاں کے چھٹے ہیں پسر
علم ہے ہاتھ سے چھوٹے ہیں شمشیر سر بردار
قریب اہل ستم آ وقت بڑھے چلے آتے ہیں
وفا بھی کرتے ہیں منکرہ بھی بجا لاتے ہیں

۱۳۰

کمان کے چلے سے برس رہے ہیں خدنگ
ادھر سے چلتے ہیں نیزے ادھر سے آتے ہیں سنگ
جلال و غیظ سے بدلے جری کا طرح سے رنگ
وہی ہے نعرہ شیرانہ اور وہی ہے جنگ
جو دو لیے تھے بچھے ہاتھ نہ دور ہو گئے ہیں
مگر سناں کے زخموں سے چور ہو گئے ہیں

۱۳۱

یہ قسمت کہ برا ہوئے شیعیان خوش اوقات
کسی کی تیغ چلی دوش راست پہ ہیہات
زمین پہ کٹ کے گرا دست پاک نیک صفات
ہوئے ہیں ٹکڑے ہوا بازوئے شہ کنار فرات
جری کے بار دگر غم پہ غم ہوا افسوس
ادھر کا ہاتھ بھی تن سے قلم ہوا افسوس

۱۳۲

چھری سنانوں سے چھد کر مشک بہہ گیا پانی
کہا کہ ہائے ہوا یہ ملال روحانی
خوشی ہوئے ستم و جور و ظلم کے بانی
لگا جو گرز ابھی فرق تا بہ پیشانی
سنبھل سکے نہ کسی طرح اوس لڑائی میں
تڑپ تڑپ کے گرے سر کے بل لڑائی میں

۱۳۳

سنیں خیال سے اس بزم میں جو ہیں آئے
یہ ہاتھ کس کے لیے شیر نے ہیں کٹوائے
بدن پہ تیغوں کے پھل کیوں دلیر نے کھائے
یہ دکھ اٹھائے ہیں بخشش کے واسطے پیارے
یہ ہاتھ تھامینگے محشر میں نیک ناموں کو
یہ ہاتھ خلد میں لیجائینگے غلاموں کو

۱۳۴

برائے حسینؑ کے بازو کے واسطے رو دو
حسنؑ کے زینت پہلو کے واسطے رو دو
علی کے دلبر مرد کے واسطے رو دو
برادر شہ خوش خو کے واسطے رو دو
جو غش میں بیٹھو تو اب گھر علی کا لٹتا ہے
امام دیں سے برادر کا بھائی چھٹتا ہے

۱۳۵

حسین لاشۂ زخمی پہ رونے آئے ہیں !
کنار نہر فرات اشک خوں بہاتے ہیں
پدر کو تھام کے اکبر قریب لائے ہیں
زمیں پہ دست بریدہ جری کے پائے ہیں
پڑے ہیں تیغوں کے خط جسم کے نگینے پر
گلے میں مشک کا تسمہ ہے مشک سینے پر

۱۳۶

سرہانے لاش کے مجروح سے سمند کھڑا
علم ہے پہلو میں تر خوں سے ریت پر ہے پڑا
کٹے ہیں ہاتھ ہے پیدا کہ ہے دہکتی میں گڑا
عیاں ہے رخ سے کہ ہر زخم میں ہے درد بڑا
غشی میں سرد نفس بار بار بھرتے ہیں
کھلا ہوا ہے دہن آہ آہ کرتے ہیں

۱۳۷

تڑپ کے لاش سے لپٹے ہیں شہ بحسرت و یاس
پکارتے ہیں کہ جو ہمکو تو یا اخا عباس
تمھاری جرأت و ہمت کے صدقے بے آس
چھوڑا یہ مشک بھائی نہ پی نہر پہ پیاس
جو تم پہ گذری وہ حالت نہیں بتاتے ہو
بہا جو آب سوئے سلسبیل جاتے ہو

۱۳۸

تمھیں پکارتا ہوں میں ہوش میں آؤ
غریب بھائی سے مل لو تو خلق سے جاؤ
یہی تھا بخت میں لکھا کہ یوں جہان سے جاؤ
اگر بہا تو بہا آب تم نہ شرماؤ
لئے بھی پانی بھی سے آئے خوب نام کیا
کسی سے ہو نہ سکا جو وہ تم نے کام کیا

۱۳۹

پکارا جھک کے یہ اکبر بصد ملال و بکا
امام دین کو چچا جان دیکھئے تو ذرا
تڑپ رہے ہیں یہ پہلو میں آپ کے آقا
کلام کیجئے کچھ چونک کر برائے خدا
نہایت آپ کی فرقت کے رنج اٹھائے ہیں
برہنہ سر ہو گریبان چاک آئے ہیں

۱۴۰

علی نے نیر کی بالین پہ آکے دی یہ صدا
حسین رو رہے ہیں ہوشیار ہو بیٹا
نبی کے لال پہ تم نے کئے جو ہاتھ فدا
خدا نے پر تمھیں یاقوت کے کئے ہیں عطا
حسن بھی جعفر والا بھی لینے آئے ہیں
تمھیں حسین کے نانا بھی لینے آئے ہیں

۱۴۱

یہ سن کے غش سے علمدار ہوش میں آئے
سر اپنا شہ کے قدم کی طرف بڑھا لائے
بہا کے اشک کہا اب تو لب پہ جاں آئے
نثار آپ پہ خادم ہوا شرف پائے
تعب ہے صبح پہ اب خاک و خوں میں تڑپوں
غلام ہو گیا مجبور ہاتھ کٹنے سے

۱۴۲

ادب کی جا ہے کہ تشریف لائے ہیں سرور
امامِ پاک کی تعظیم کو اٹھوں کیونکر
فگار دل ہے سناں سے خدنگ سے ہے جگر
حضور دیکھئے سب پاش پاش ہو گیا سر
لعین خادمِ دیرینہ غرق ہے مولا
اب انتظام نفس میں بھی فرق ہے مولا

۱۴۳

غلام چاہتا ہے رخصت بس اب خدا حافظ
بہت قریب ہے اب رحلت بس اب خدا حافظ
چلے یہ چھوڑ کے رایت بس اب خدا حافظ
یہ لیجئے اپنی امانت بس اب خدا حافظ
علم تو قبلۂ والا حشم کو دے کے چلے
سکینہ رہ گئی پیاسی الم یہ لے کے چلے

۱۴۴

پکارے اشک بہا کر یہ سید ابرار
تمہارے زخموں کا صدقے یہ بیکس ناچار
نہ رو وہ بہر سکینہ اب اے سرے غمخوار
ہوئے تمام تو مجھے زندگی نہیں درکار
تمام ہو گیا لشکر حشم سے کام نہیں
تمہارے بعد مجھے کچھ علم سے کام نہیں

۱۲۵

یہ سن کے شاہ سے رونے لگا وہ خستہ جگر
رخ حسین پہ حسرت سے کی جری نے نظر
قریب مرگ بھی چھوڑا نہ پاس شاہ مگر
کہا یہ بس کہ فدائے امام جن و بشر
ملی اجل سے نہ مہلت گذر گئے عباس
قدم پہ آنکھوں کو مل مل کے مر گئے عباس

۱۲۶

حسین سینہ و سر پیٹنے لگے اوٹھ کر
کہا کہ چھوڑ گئے ہم کو لے مرے صفدر
کمر تو ٹوٹ گئی کیا کرے یہ خستہ جگر
پدر کے ہاتھ ذرا تھام لو علی اکبر
غم فراق مصیبت میں دے گئے عباس
ہمارے بازوؤں کا زور لے گئے عباس

۱۲۷

برہنہ سر شہ دین خیمہ گاہ تک آئے
نشان و مشک علی اکبر ابھی لائے
کھڑے تھے در پہ جو وہ خورد سال گھبرائے
وہ مشک دیکھی جو خالی تو رو کے چلائے
حسین آئے نشان امام دین آیا
سکینہ جان کا سقہ مگر نہیں آیا

۱۲۸

پکاری بڑھ کے سکینہ مرے چچا ہیں کہاں
کہا حسین نے مارے گئے وہ تشنہ دہاں
برہنہ سر ہوئیں سب اطفال بآہ و فغاں
بس اپنے اپنے گریباں پھاڑ و ناتواناں
ملا نہ آب تمہیں وہ گذر گئے بچو
اوڑاؤ خاک کہ عباس مر گئے بچو

۱۲۹

پالا بلک کے لگے رونے جلتے تھے اطفال
علم سے لپٹی سکینہ بصد بکا و ملال
حرم سرا سے نکل آئی بنت رسول کی آل
نفیس آگ سے نہ لگا بیکسی شاہ کا حال
ستم کی فوج سے امن و امان کا طور نہ تھا
سوائے اکبر ناشاد کوئی اور نہ تھا

تمام شد

سلام

ہوا جو تیغ تمنائے ابو تراب مجھے
خدا نے کر دیا ذرے سے آفتاب مجھے
زمین ہند میں مٹی ہو خراب مری
کرو نجف میں طلب یا ابو تراب مجھے
کبھی نہ دو دن عرق رو کے تا بہ نسبت
ہزار طرح سے بھیجے جو دستہ گلاب مجھے
غم حسین میں ندی چڑھی یہ اشکوں کی
کہ آسمان نظر آنے لگا حباب مجھے
پدر کے غم میں تڑپتی ہوں کہتی تھیں صغرا
نہ نیند آتی ہے اب نہیں خواب مجھے
ثنائے شہ میں جو طفلی سے کی عرق ریزی
بڑھی زبان فصاحت ملا شباب مجھے
کنیز جاریہ زہرا کے آبرو دے کر
کلی سے پھول کیا پھول سے گلاب مجھے
صدا یہ آتی تھی مقتل سے بعد قتل حسین
کسے نظیر ہے جو حاصل ہوا ثواب مجھے
یہ بین کرتی تھی زینب کہ اے علی اکبر
پکارتی ہوں میں دیتے نہیں جواب مجھے
بہت فشار یہ آمادہ تھی زمین اے انس
مگر بچا گئے آکر ابو تراب مجھے
سکینہ کہتی تھی زندان میں یوں نہ سوؤں گی
سلا دیں بھیا یہ بابا تو آئے خواب مجھے
لہو میں ڈوب کے گھر آئے جب حسین بھیا
پھوپی نثار نہ دکھلا گئے شباب مجھے

حال کارزار و شہادت فرزند رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام

مصنفہ جناب نفیس اعلی اللہ مقامہ

مطبوعہ نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

مرثیہ ۱

پھر آج جوہر تیغ زباں دکھاتا ہوں
پھر آج حسن معانی بیاں دکھاتا ہوں
پھر آج خوبی طبع رواں دکھاتا ہوں
پھر اوج نظم فصاحت نشاں دکھاتا ہوں
سخن کو پھر گل جنت کا رنگ ملتا ہے
پھر آج باغ ثنا سے حسین کھلتا ہے

۲

مثال انجم در نظم پھر چمکتے ہیں
ریاض فکر کے گل گل کے پھر مہکتے ہیں
پھر آج لالۂ باغ سخن لہکتے ہیں
کلام تازہ سے مضمون تر ٹپکتے ہیں
نسیم فیض رساں بار بار آتی ہے
خدا کا فضل ہوا پھر بہار آتی ہے

۳

پھر آج ذہن رسا تیزیاں دکھاتا ہے
گل کلام فرح خیزیاں دکھاتا ہے
سحاب خامہ گہرریزیاں دکھاتا ہے
چمن سخن کا دل آویزیاں دکھاتا ہے
شگوفہ ہائے مضامین آبدار نئے
تمام پھول نئے شاخ برگ بار نئے

۴

اسی ریاض میں یہ زندگی بسر کی ہے
نظر پڑا یہی گلشن جدھر نظر کی ہے
اسی میں شام اسی میں بسر سحر کی ہے
یہی ریاضتِ جاں بخش عمر بھر کی ہے
بہار اوج یہ کیوں ہو نہ حسن گشت مرا
یہی ہے باغ مرا اور یہی بہشت مرا

ق

یہ ظاہر ہے چمن کا منظر اسکا باب رہتا ہے
کھلا ہوا در رنج و حساب رہتا ہے
ہر ایک دور دنیا انقلاب رہتا ہے
الم کا درد کا سر پہ سحاب رہتا ہے
نشاط و عیش میں یہ زندگی کٹی نہ کبھی
یہ ان کا دور گھٹا یہ گھٹا کبھی نہ کبھی

ق

ثبات کس کو ہے دنیا کو جب ثبات نہیں
جہاں یہ وہ ہے جہاں لذت حیات نہیں
بجز الم کوئی جسمیں خوشی کی بات نہیں
سرور جسمیں ہو تو وہ دن نہیں وہ رات نہیں
ہر ایک عمر کٹی بھی ملال عظیم میں گزری
غرض یہ عمر عجب خوف و بیم میں گزری

ق

نہ رنج و سے جسمیں پیری تو وہ جوانی کیا
کمین میں جسکی اجل ہو وہ زندگانی کیا
قریب رنج ہو جسکے وہ شادمانی کیا
قرار جسکو نہ ہو پھر وہ کامرانی کیا
وہ گنج کیا کہ دوام اسکو زر نہیں جسکو
وہ سلطنت ہے تو کیا ہے بقا نہیں جسکو

ق

جہاں کا کام بہت سہل و مختصر جانا
نظر کو کام کبھی جانا نہ دیر کو در جانا
حیات مال کو دولت کو پر خطر جانا
قلیل زیست کو دنیا کو رہگذر جانا
خزاں ہو چار دن کے جسکو وہ بہار ہے کیا
فنا ہے جسکو بھلا اسکا اعتبار ہے کیا

۹

وہ آج خشک تھا کل جو ہرا شجر دیکھا
نہال حسرت و ارماں کو بے ثمر دیکھا
کبھی نہ شاخ تمنا میں برگ و بر دیکھا
کبھی نہ اختر عشرت کو جلوہ گر دیکھا
کبھی نہ راحت ادھر پوچھنے کو یاں آئی
جب آئی سامنے تازی ملال آئی

۱۰

جو اپنا حال ہے مخفی نہیں ہے ظاہر ہے
وہ فصل آئی ہے جس میں کہ ذہن قاصر ہے
ہماری عمر بھی اب کوئی دم میں آخر ہے
قریب کوچ ہوا رخصت مسافر ہے
سفر ضرور ہے اس میں کوئی کلام نہیں
ہمیشہ جس میں رہیں ہم یہ وہ مقام نہیں

۱۱

بڑھاپا ضعف تو در وپہ ناتوانی ہے
جگر میں شدت سوز غم نہانی ہے
خموش ہونے پہ اب شمع زندگانی ہے
وہ جوش طبع نہ وہ قوت لسانی ہے
پھر اس سے کیا ہو جو ایسا شکستہ خاطر ہو
عجب نہیں کہ جو یہ مرثیہ بھی آخر ہو

۱۲

ہمارا حاضر و غائب میں ایک حال رہا
نہ کچھ غرور نہ کچھ دعوے کمال رہا
کسی سے رنج رہا نہ کبھی ملال رہا
ہمیشہ خاطر احباب کا خیال رہا
کبھی نہ بڑھ کے چلے نہ کسی سے رک کے چلے
نہ سر اٹھا کے چلے جب چلے تو جھک کے چلے

۱۳

یہ التماس ہے اب دوستوں کی خدمت میں
شریک ہم بھی رہیں سب کے رنج و راحت میں
نہ فرق آیا محبت میں نہ مروت میں
جو ہو فراق تو ہو لیں نہ ہم کو فرقت میں
دعائے خیر سے روح حزیں کو شاد کریں
ہمارے بعد بھی احباب ہم کو یاد کریں

۱۴

وہ شے ہے کیا جسے ہو تا ابد قیام و دوام
وہ ہے محبت آل رسول رب انام
یہاں بھی آتی ہے یہ کام وہاں بھی آئیگی کام
اسی ولا میں کرے عمر چند روزہ تمام
اسی سے دور صدا صرصر خزانی ہے
یہی بہار گلستان زندگانی ہے

۱۵

اسی ولا سے ہے آباد و شاد خانۂ دل
اسی ولا سے ہے راہ یقین و دین کامل
اسی ولا سے ہے قرب رسول حق حاصل
اسی ولا سے ہے شاداب گلشن محفل
اسی ولا سے فزون عز و جاہ ہوتا ہے
اسی ولا سے بحل ہر گناہ ہوتا ہے

۱۶

یہ وہ گہر ہے چمک جسکی بڑھتی جاتی ہے
یہ نجم وہ ہے جھلک جسکی بڑھتی جاتی ہے
یہ وہ طلا ہے دمک جسکی بڑھتی جاتی ہے
یہ مشک وہ ہے مہک جسکی بڑھتی جاتی ہے
خدا کی شان یہ پروا و یہ باس ہر سو ہے
اس ایک پھول کی دونوں جہان میں خوشبو ہے

۱۷

یہ نور وہ ہے کہ آنکھوں میں نور ہے جس سے
یہ نور وہ ہے کہ ہر سینہ طور ہے جس سے
یہ نور وہ ہے کہ حق کا ظہور ہے جس سے
یہ نور وہ ہے کہ بطلان دور ہے جس سے
یہ روشنی نہ چمن سے عیاں نہ باغ سے ہے
تجلی دل ایمان اسی چراغ سے ہے

۱۸

یہ وہ ولا ہے جو مفتاح باب جنت ہے
گواہ جس پہ ہے قرآن یہ وہ آیت ہے
امیر جس سے گدا بھی ہیں یہ وہ دولت ہے
جو بر خلاف ہے دنیا تو کیا شکایت ہے
متاع حب امام زمانہ پاس تو ہے
نہیں ہے زر تو نہ ہو یہ خزانہ پاس تو ہے

۱۹

یہ وہ ولا ہے کہ عقبیٰ میں جس سے عزت ہے
حیات سے بھی سوا بعد مرگ راحت ہے
لحد میں جاتی ہے جو ساتھ یہ وہ دولت ہے
پس از فنا بھی ہو شادی وہ اس میں لذت ہے
اسی ولا سے یہ تربت میں چین ہوتا ہے
وطن کے پہلو میں جس طرح دولھا سوتا ہے

۲۰

وہ لازوال ہے یہ مال جس سے ہیں غنی
کہ اس کے سامنے دنیا ہے بے بقا و دنی
ہیں سرفراز غلامان سرور مدنی
نہیں ہے کچھ انکو کشش ہیچ ہیں سمجھتی
بہت قلیل ہے دنیا سے زشت میں رہنا
اسی ولا سے ہے آٹھ بہشت میں رہنا

ہے

۳۱

ہے پردہ پوش ولائے جناب آل عبا
ردائے رحمت رب علا ہے یہ بخدا
کرے گا سر پہ یہی چتر حشر میں سایا
اسی کے فیض سے ملبوس خلد ہونگے عطا
کرم وصی خدا کے ولی کا ہوئے گا
ہمارے ہاتھ میں دامن علی کا ہوئے گا

۳۲

نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ و خمس و جہاد
اسی ولا سے ہیں یہ سب قبول رب عباد
وصال حور کا باعث یہی ہے عشق و داد
اسی سے پائینگے وہ ظرف جس سے روح ہو شاد
اسی ولا سے ملے گا علی کا ہمسایا
زیر سایۂ طوبیٰ نبی کا ہمسایا

۳۳

اسی سے ہوئے گا آسان حساب روز شمار
اسی سے ہونگے مددگار احمد مختار
اسی سے ہونگے شفیع اپنے حیدر کرار
اسی سے ہوگا نہ کچھ ہول حشر کا زنہار
قریب ہونگے تو نبی سے بھی انبساط سے بھی
اسی ولا سے گذر جائینگے صراط سے بھی

۳۴

اسی سے رتبہ مداح آل یسین ہے
عروس نظم کا زیور ہے اور تزئین ہے
یہ زیور اسی کو نظر آئے گا جو حق بین ہے
اس آئینہ سے عیاں جلوۂ رخ دین ہے
خجل ہے جس سے قمر ایسی آب و تاب یہ ہے
غروب جو نہیں ہوتا وہ آفتاب یہ ہے

۲۵

ہوئی کن اہل ولا پر ولا یہ ختم ہوئی
ہوئی کن اہل وفا پر وفا یہ ختم ہوئی
جہان میں کن شہدا پر ولا یہ ختم ہوئی
حسینؑ کے رفقا پر ولا یہ ختم ہوئی
ولا کے ہاتھ میں ہر اک نے اپنا ہاتھ دیا
چھٹے نہ مر کے بھی آقا کا اپنے ساتھ دیا

۲۶

ادھر ہے گنج شہیداں تو وہ جناب ادھر
ادھر ہیں جمع ستارے تو ماہتاب ادھر
ادھر غلام ہیں آقا کے لاجواب ادھر
یہ خاک پا ادھر ابن بو تراب ادھر
امام پاک سے یوں قرب ہو وفا دہ ہے
جو ایک گل میں سرایت کرے ولا وہ ہے

۲۷

نہ سمجھے جان کو جان ایسی جاں نثاری کی
بہشت ہاتھ لگا جب یہ سرفرازی کی
ستون عشق شہ دین کی پائداری کی
ہے ان شہیدوں پہ رحمت جناب باری کی
یہ مر کے زندہ ہیں صورت ہے نور کی حاصل
ہے ابدی انکو حضوری حضور کی حاصل

۲۸

وجوب طاعت سبط رسول یہ سمجھے
قلیل عمر کو اس دن کی طول یہ سمجھے
رضا امام کی اصل اصول یہ سمجھے
بدن پہ زخم لگے جب تو پھول یہ سمجھے
ہر اک نے رخ پہ دم جنگ خوں کا غازہ کیا
گلوں دل امداد شہ کا تازہ کیا

عزیز

۳۲۹

عزیزو کیوں نہ ہو پیارا یہ نام شاہ انام
عزیز جان سے جن کو ہے جانتے ہیں تمام
جلیل رتبہ شناسان شاہ عرش مقام
ہوا جہان میں عشق حسینؑ اپنا تمام
زبان پاک پہ اوصاف شاہ ورد رہے
نبی کی شمع کے پروانہ وار گرد رہے

۳۳۰

ہر اک میں اپنے بزرگوں کے وصف سارے تھے
علیؑ و فاطمہؑ و مصطفیٰؐ کے پیارے تھے
حسینؑ تھے کہ جو عزت میں سب سے نیارے تھے
شرف میں اوج میں عرش بریں کے تارے تھے
کہیں زمانہ میں ایسے ذوالاحترام نہ تھے
شریک نور امامت تھے گو امام نہ تھے

۳۳۱

رفیع منزلت و ذی حشم عظیم القدر
سپہر حسن کی ہر آسمان قدر کے بدر
مثال آئینہ تھے نور سے لبالب صدر
مگر عجب یہ ہوا حادثہ نیا یہ غدر
ستم سے جور سے ظلم و جفا سے قتل ہوئے
وہ کربلا میں کئی دن کے پیاسے قتل ہوئے

۳۳۲

لیں اقربوں میں شہ کربلا کا ساتھ دیا
عطش میں سبط رسولؐ خدا کا ساتھ دیا
جناب فاطمہؑ کے دلربا کا ساتھ دیا
ادا حقوق کئے بادشاہ کا ساتھ دیا
ہوئے شہید محمدؐ کے نور عین کے ساتھ
جہان میں جنگ کی اپنے امام حسینؑ کے ساتھ

۳۳

بتول پاک کی تیغ کے تھے وہ دانے
بجز امام کوئی انکا قرب کیا جانے
رہیں گے حشر تک انکی وفا کے افسانے
کہ جنکے ذکر سے پُر نور تعزیت خانے
فقط ہمیں نہیں ہیں منھ آنسوؤں سے دھوتے ہیں
محمدؐ آکے ہمیں مجلسوں میں روتے ہیں

۳۴

یہ وہ شہید تھے سب غازی و حسینؑ سعید
نبی کے سامنے ہوتا جو ہیں ایک شہید
تو روتے اسکے لیے عمر بھر رسول مجید
ہوا یہ روز دہم کربلا میں ظلم شدید
ہزار حیف نہ ایک ابن خوش خصال بچا
جوان بچا نہ کوئی اور نہ خردسال بچا

۳۵

وہ غم ہے جس سے کہ خالی نہیں رہی کوئی جا
جہاں تلک ہے زمیں ماتم انکا ہے برپا
امام عصر جہاں ہیں غلام اور شیدا
وہاں بھی ہوتی ہوں یہ مجلسیں تو دور ہے کیا
جو اس مقام کی خلقت ہے روتی ہوگی
ضرور وہاں بھی عزاداری ہوتی ہوگی

۳۶

بزرگ انکے تھے پیاسے ہوئے یہ قتل سب
بنے ہوں تعزیہ خانہ وہاں تو کیا ہے عجب
دلوں پہ ہوئیگا طاری ملال رنج و تعب
زباں پہ ہوگا ہر اک کی کہ ہائے غضب
بتول پاک کا گھر آہ بے چراغ ہوا
رسول حق کا قلم کربلا میں باغ ہوا

ملال

۳۷

ملال ہوگا جگر بند مجتبےٰ کے لیے
تڑپتے ہوئیں گے عباس باوفا کیلیے
بکا ہیں کی ہمشکل مصطفیٰ کے لیے
زیادہ ہوگا غم اصغر سے مہ لقا کیلیے
گلوے خشک سے ناوک ستم کا پار ہوا
پدر کی گود میں بیجان وہ شیر خوار ہوا

۳۸

امام باڑون میں جب ہوتے ہونگے وہ حاضر
تو روتے ہونگے سنکے مرثیہ ذاکر
بکا کے جوش میں غمخوار صابر و شاکر
یہ کہتے ہونگے کہ ہے ہے امام بے ناصر
شہید ظلم ہوے تشنہ لب فدائے حسینؑ
وہاں بھی ہوگا یہی غل کہ ہائے ہائے حسینؑ

۳۹

وہاں بھی ماہ محرم میں اٹھتے ہونگے علم
وہاں بھی ہوگا اسی طرح شاہ کا ماتم
ہیں اپنے جد کے عزادار قبلۂ عالم
زیادہ کون ہے صاحب سے اور صاحب غم
یہ اشک خون شہید کے لیے بہاتے ہیں
یہ کربلا میں بھی جمعہ کی شب کو آتے ہیں

۴۰

محرران کتب مصائب و ماتم
دہم کا واقعہ کرتے ہیں اس طرح سے رقم
ورق اولٹ گیا قرآن حسینؑ کا جس دم
امام پاک کی جانب کھلا صحیفۂ غم
کوئی عزیز نہ یاور نہ ناصر حسینؑ رہا
بس ایک مصحف ناطق کا نور عین رہا

۱۴۱

پیمبر کا جامع قرآن کے حال کیا ہو رقم
یہ غم ہے صفحۂ کاغذ یہ اشک ہے قلم
کتابیں ہوئیں جو شہ لکھیں بھی صاحب غم
ہوا ہے جسکی مصیبت سے دفتر عالم
ہر ایک جا اسی ماتم کا غلغلہ بس ہے
یہ شش جہت غم سرور کا اک مسدس ہے

۱۴۲

اٹھا ہیں سب شہدا کے تو دو چلے سرور
لیے ہیں ہاتھوں پہ اب لاشۂ علی صغر
لگے ہیں تیر ہے کرتا گلے کے خون سے تر
کھلا ہوا ہے دہن زرد چہرۂ انور
ہے رعشہ ہاتھوں میں بچہ سنبھل نہیں سکتا
لگائے ہیں تو ناوک نکل نہیں سکتا

۱۴۳

جگر میں درد ہے اشکوں سے چشم شاہ ہے تر
کبھی ہے آہ کبھی شکر خالق اکبر
نظر ہے سوئے فلک اور یہ سخن لب پر
عطا کر اسکے بھی ماتم میں صبر اے داور
شہید ہونے کو باقی بس اب رہا ہوں میں
ثواب اسکا بھی شیعوں کو بخشتا ہوں میں

۱۴۴

یہ کہہ کے دفن کیا اسکو بادل غمناک
نبی کے چاند کا ٹکڑا نہاں ہوا تہ خاک
سپرد کر کے اسے سبط سید لولاک
خیام پاک کی جانب چلے گریباں چاک
زمیں پہ آنکھوں سے آنسو ٹپکتے جاتے تھے
لحد وہ ننھی سی پھر پھر کے تکتے جاتے تھے

وداع

۴۹

بتاؤ کون سے اب رہ گیا کہ رو دیں ہم
بیاہو جعفر و مسلم کے نورِ عین کا غم
تمہارے بیٹوں کا قاسم کا یا کریں ماتم
کہ اپنے بھائی کے خاطر کریں ملال و الم
کلیجہ تھام کے اکبر کے واسطے رو دیں
تڑپ کے یا علی اصغر کے واسطے رو دیں

۵۰

شہید ہو گئے سب دوپہر میں سرِ شبخو
کسی کی لاش ہوئی پامال فوجِ عدو
کسی دلیر کے بازو قلم ہوئے لبِ جو
کوئی جگر پہ سناں کھا کے مر گیا گلرو
ہوئی کسی پہ جفا ہم پہ ستم شدید ہوا
جو دودھ پیتا تھا وہ تیر سے شہید ہوا

۵۱

بس اب حسین کی بھی تم سمجھو نے رخصت ہے
سفر قریب بہت ہی قلیل فرصت ہے
وہ سب شہید ہوئے اپنی اب شہادت ہے
نمازِ عصر کا ہنگام وقتِ رحلت ہے
خدا کی راہ میں جاتا ہے جان دینے کو
سحر سے آئی ہے اماں ہمارے لینے کو

۵۲

بتول حق سے کہو تم آ کے دیکھو ہم کو
ہیں مہمان کوئی دم کے آ کے دیکھو ہم کو
سر اب جدا ہو گا قلم آ کے دیکھ لو ہم کو
نہ جا کے آئیں گے ہم آ کے دیکھو ہم کو
نبی و فاطمہ کے نورِ عین سے مل لو
فراق کی یہ گھڑی ہے حسین سے مل لو

جہان

۵۳

جہاں میں اپنا سہارا کوئی نہیں باقی
فدا ہو کون کہ پیارا کوئی نہیں باقی
چھپے ہیں آنکھوں کا تارا کوئی نہیں باقی
بچانے والا ہمارا کوئی نہیں باقی
بشر کو سخت مصیبت ہے وقت آخر کی
اٹھائے گا نہ کوئی لاش بھی مسافر کی

۵۴

یہ بین آل نبی میں بپا ہوا محشر
گریں قدم پہ برادر کے زینب مضطر
کہا حسین نے لپٹے گلے سے اے خواہر
وہ کہتی تھی کہ مجھے صبر آئے گا کیونکر
رہے نہ آپ تو بستی لٹی مدینے کی
بتا کے جائیے صورت بہن کے جینے کی

۵۵

شہادت شہ مضطر کس آنکھ سے دیکھوں
فراق جان پیمبر کس آنکھ سے دیکھوں
نبی کا لٹتے ہوئے گھر کس آنکھ سے دیکھوں
میں اپنے بھائی کو بے سر کس آنکھ سے دیکھوں
سفر ہو فاطمہ کے نور عین سے پہلے
اٹھالے تو مجھے یارب حسین سے پہلے

۵۶

عزادوں میں اسے یہ دل ملول روئے مجھے
نہ جائے سب شہداء کے بتول روئے مجھے
کہ نور چشم علی و بتول روئے مجھے
پیا آنسو سے کہ سبط رسول روئے مجھے
یہاں سے کوچ کروں زندہ چھوڑ کر کس کو
حسین دفن کریں کربلا میں زینب کو

۵۷

کہا حسینؑ نے دل کو بٹھاؤ اے زینبؑ
کہا بہن نے جگر غم سے چاک چاک ہے سب
کہا یہ شہ نے کرو صبر کی خدا سے طلب
کہا بہن نے کہ طاقت نہیں ہے صبر کی اب
کہا بھلا دو غم اے زینبِ حزیں میرا
کہا بہن نے کہ دل مانتا نہیں میرا

۵۸

کہا حسینؑ نے تم صابرہ کی ہو دختر
کہا کہ قتل ہو بھائی نہ تڑپے یہ ہو ابتر
کہا مشیتِ باری میں کیا ہے زورِ بشر
کہا کہ تیغ ہو جب آپ سے کہ یہ خستہ جگر
کہا کہ حق سے جو کچھ عہد ہے وفا کردوں
کہا یتیم یہ بچے ہوں بین بکا نہ کروں

۵۹

کہا اسی میں ہے خوشنودیِ خدائے انام
کہا سپرد کسے کرتے ہیں بہن کو امام
کہا کہ سب کا جو مالک ہے خالقِ علّام
کہا کہ آئے جو گھر لوٹنے کو لشکرِ شام
کہا کہ شکر ہے اب علی کی جائی کو
کہا کہ یاد نہ کیجو تو بین اپنے بھائی کو

۶۰

کہا جدا نہیں ہوتے بہن کبھی بھائی
کہا کہ ہائے وہ بھائی ہیں جس کی شیدائی
کہا کسی پہ مصیبت یہ کیا نہیں آئی
کہا کسے یہ مصیبت فلک نے دکھلائی
کہا کسی سے کوئی کیا چھٹا نہ ہوئیگا
کہا کسی کا گھر ایسا لٹا نہ ہوئیگا

کہا

٦١

کہا حسین نے ہر دکھ میں ہو اُسی پہ نظر
کہا کہ سر سے مرے چھن گئی اگر چادر
کہا چھپا ہو بالوں سے منہ کو اے خواہر
کہا کہ بازوئے زینب بندھیں رسن میں اگر
کہا کہ نانا سے امت کی چھڑ رہائی ہے
کہا کہ آپ سے آخر تک جدائی ہے

٦٢

کہا کہ ہوتی ہے دیر اب ہمیں کرو رخصت
ہے میرے قتل پہ موقوف بخشش امت
کہا کہ ہاتھ سے لے گی علی کی اب دولت
تباہ ہو گی رسول اللہ کی عترت
یہ گھر جو ہوا ویران ہونے والا تھا
اسی کو چھین لیا فاطمہ نے پالا تھا

٦٣

گلے لگا کے بہن کو چلے شہ عالی
سرو تہ خاک عزا اہلبیت نے ڈالی
ہوا حرم کہ ہے آمد وہ خلق کا والی
وہ گھر جو معدن رحمت تھا ہو گیا خالی
چھٹے حسین تو گھر سے وہ لو نکل آئے
حرم سرا سے حرم پیٹتے نکل آئے

٦٤

ہر ایک بی بی کے تھے دوش پہ کھلے ہوئے بال
بکاؤ نالہ و افغان سے تھا کسی پہ نہ حال
برہنہ سر تھے سکینہ کے ساتھ سب اطفال
یہی تھا شور کہ ہے ہے رسول پاک کے لال
بچھڑ کے ہم سے شہ مشرقین جاتے ہیں
شہید ہونے کو ہے ہے حسین جاتے ہیں

۶۵

پکارے شاہ کہ دوں کو مرے نہ تڑپاؤ
قریب فتح عدو ہے نہ اس طرف آؤ
نہیں صلاح کہ پیچھے کہیں نکل کے جاؤ
بزرگ خانہ ہو تم بیکسوں کو سمجھاؤ
اگر اجل نے اماں دی تو پھر کے آتے ہیں
نہیں خدا کو محمد کو سونپے جاتے ہیں

۶۶

کہے جو صبر و تسلی کے شاہ دیں نے کلام
گئے خیام میں سر پیٹتے اہلبیت تمام
کھڑی رہیں ڈیوڑھی پہ زینب ناکام
کہا کہ ٹھہری ہو کیوں دختر امیر انام
کہا کہ دیکھ لوں جی بھر کے پھر نہ پاؤں گی
سوار ہولیں جو حضرت تو گھر میں جاؤں گی

۶۷

کہا کہ خیمہ میں جاؤ گی تب میں ہونگا سوار
بلائیں لے کے کہا خیر یہ بہن ہو نثار
گئے قریب فرس بادشاہ عرش وقار
رکھا رکاب میں ابن علی نے پا یکبار
فدا قدم پہ تجلّیٔ شمع طور ہوئی
رکاب حلقۂ پر نور چشم حور ہوئی

۶۸

ہوئے سوار گیا دوسرا قدم جو ادھر
وہ ضو دکھانے لگا دیدۂ پری پیکر
نثار حشمت نور و وہیں سعد اکبر
فدا ہے پائے منور پہ نور شمس و قمر
انہیں سے چشم فلک میں بھی نور اجالا ہے
جو یہ ہیں بدر تو ہر اک رکاب ہالا ہے

خدا

۱۱۳

وہ خوش خصال کہ ہے پرتو حسن رسول انام
فرس کو جو صفتیں چاہئیں وہ سب ہیں تمام
سوار کی نہ خطا کی کبھی وہ نیک لگام
رہ ثواب میں رکھے جب سے زرکش قدم
مجاہدین جہاد کو ترا سے تیار کریں
کہ جس پہ چڑھ کے امام زمان جہاد کریں

۱۱۴

وہ حسن ساز و براق اور وہ زین کی جلوہ گری
پری کے دوش پہ گویا پڑی ہے شال زری
نہیں ہے موج ہوا کی بھی تاب اسکو ذری
گراں سمجھتا ہے زین کو صرصر سحری
دعا ہیں دست سوار اٹھتے ہی روانہ ہے
کہ ہاتھ کی بھی اسکو تازیانہ ہے

۱۱۵

فزون وہ برق سے ہے جو سر عنان پائے
ابھی ہے تیز پہ پرکیا جو اس سے شرمائے
سوار تیر لگا کر اسے جو دوڑائے
یہ اسکے آگے نکل جائے اور وہ رہ جائے
یہ کیا ہے پیک خیال اسکے آگے جا نہ سکے
بڑھے جو مرغ نظر اسکی گرد پا نہ سکے

۱۱۶

وہ جلد نرم مخمل جس سے اطلس و قاقم
کنوتیاں دو کلی گل کی چار غنچہ سم
حشم نرگس شہلا و شاخ سنبل دم
نفل دو خرمن گل پیش دیدۂ مردم
وہ شہسوار ہیں تخت روندہ کہتے ہیں
اسی سبب سے اسے باغ زندہ کہتے ہیں

[illegible]

علیؑ و فاطمہؑ و مصطفےٰ کا نور یہ ہیں
یہاں کا نور بہشت علا کا نور یہ ہیں
نبیؐ کے چاند ہیں ارض و سما کا نور یہ ہیں
خدا کے فضل سے نور خدا کا نور یہ ہیں
قدم دکھائیں تجلی نور صلِ علیٰ
کہاں کہاں نہیں پہونچا یہ نور صلِ علیٰ

[illegible]

خدا کے نور کی کیا مشت خاک سے پوشا
زیادہ وادیِ ایمن سے بھی وہ دشت بنا
یہ نور دیکھے تو ہو دل سے محو رنج و عنا
نقاب جو ہے تو اسی ضو کو اور سے سیکونا
مثال مہر ہر اک جا ظہور ہے انکا
ہے جس سے عرش منور وہ نور ہے انکا

[illegible]

قریب فتح جو پہونچا سوار دوش رسولؐ
فلک سے اوج دو بالا ہوا زمیں کو حصول
پڑا جو پرتو رخسار نور عین بتولؑ
یہ سمجھے سب کہ ہوا مہر کا فلک سے نزول
قمر میں یہ روشنی نور پاک کی پہونچی
کہ منزلوں رخ پر نور کی ضیا پہونچی

[illegible]

رسولؐ پاک کا رہوار بادشاہ بلند
پلک جھپکنے میں ہو جائے تا بچرخ بلند
ندی کی رو سی ہے تند اندھیری رات میں بند
اشارہ آنکھ کا بس ہے جیسے یہ وہ سمند
جدھر سوار کی مرضی ادھر روانہ ہے
اسے تو سرسری تحریر تازیانہ ہے

۸۱

کھلا جو ہوا اٹھا عطا یہ رضا
وہ آپ کے کف پا میں تھی روشنی ضیا
یہ نور حضرت آدم کی پشت میں آیا
یہ نور وہ ہے ملائک نے جس کو سجدہ کیا
نبی کے نور سے رکھتا ہے اختصاص اسد
خدا کے نور سے مشتق ہوا ہے خاص اسد

۸۲

اٹھا کے تیغ پکارا علی کا نور نگاہ
بڑھیں ادھر سے بنی جنگ آزمان سپاہ
کدھر ہے شمر کدھر ابن سعد ظلم پناہ
ستم سے جس کے ہوا اطہر رسول حق کا تباہ
شجاعت ابن شہ مشرقین کی دیکھے
قریب آ کے لڑائی حسین کی دیکھے

۸۳

بڑھا بڑھا کے قدم شام کے عرب آئیں
ادب سے جو ہیں شہزادہ بے ادب آئیں
جو پانی پی چکے ہوں تشنہ لب آئیں
نہ ایک ایک اگر آ سکے تو سب آئیں
یہ بید تو تھی صفین کیا یہ کیا رسالین
وہ ہم ہیں لاکھوں سے تنہا جو لڑتے دیا ہیں

۸۴

اسے شرف ہے ہیں آگاہ جن و انس و ملک
میں بادشاہ زمیں ہوں یمیں ہی ہوں تا فلک
ہے میرے حکم میں جو ہے سما سے تا بہ سمک
دے گا مجھے ہر ایک ہر دیا حشر تلک
رواں ہے فیض کا دریا تو اب کرم سے مرا
کیا ہے کشتی کون و مکاں قدم سے مرا

۹۳

وہ اسپ افگن و غازی شجاع جنگ آگاہ
وہ تیغ زن کہ عرب جس کو مانتے تھے پناہ
وہ صف شکن کہ جو سو توڑ دی صف جنگاہ
وہ شیر دل کہ اسد ڈر کے بن گئے روباہ
وہ زور دو کہ دبے پہلوان جدھر آئے
وہ پر جگر کہ دلاور نہ جس کے بر آئے

۹۴

شجاعت اسد اللہ آج پھر دیکھو
طلاطم صف جنگاہ آج پھر دیکھو
مصاف حیدر ذی جاہ آج پھر دیکھو
گریز لشکر گمراہ آج پھر دیکھو
دم وغا وہی طاقت عیاں ہو بازو وہی
امان امان کا وہی غل ہو اور شور وہی

۹۵

اسی طرح سے قدم فوج اشقیا کے ہٹیں
اسی طرح سے سر و بازو و دست و صدر کٹیں
اسی طرح سے بڑھے خوف پہ کہ دور ہٹیں
اسی طرح سے مقام آج زخمیوں سے پٹیں
جو وہاں تھی تیغ و ضرب ہے یہاں ساتھ وہی
وہی یہ تیغ و سپر ہے یہ دونوں ہاتھ وہی

۹۶

اسی طرح سے ہوں نیزے قلم مثال قلم
مآل ہو وہ سروں کا جو ہو مآل قلم
دکھائے تیغ وہ سرعت کہ ہو کمال قلم
کہ جیسے کھینچتے ہیں سطر غلط پہ خال قلم
بہے کہ خاک پہ ہر سمت خون تن جائے
زمین تختۂ قرطاس سرخ بن جائے

۹۷

میاں میں تیر کماں کش کوئی ملا نہ سکے
زباں تیغ تو سوفار لب ہلا نہ سکے
کسی کو جنگ پہ رغبت کوئی دلا نہ سکے
پڑے وہ ضرب کہ رستم بھی تاب لا نہ سکے
بچا کے جان لڑائی کی راہ سے بھاگو
فراریوں کی طرح رزم گاہ سے بھاگو

۹۸

یہ کہہ کے تیغ کو اٹھا کے اہل شام بڑھے
لگا کے تیر پہ زہ دو دو تیرہ فام بڑھے
جو آگے تھے وہ ہم آورد ذوالحسام بڑھے
ادھر سے شاہ امم کھینچ کر حسام بڑھے
صفوں کی خاک اڑاتی ہوا سے فوج چلی
ادھر سے فتح چلی اس طرف سے موت چلی

۹۹

چلی جو سیف دو دم سر زمیں پہ گرنے لگے
دو نیم ہو کے پیکر زمیں پہ گرنے لگے
جو زندہ پیل سے تھے مر کے زمیں پہ گرنے لگے
سگا جو کٹ کے گرا تو دو سر زمیں پہ گرنے لگے
قریب وار تو کو ضربت گرائے دیتی تھی
جو دور تھے انھیں دہشت گرائے دیتی تھی

۱۰۰

ڈرے سوار تو دم پیکار نابکار گرے
جو نامدار عرب تھے وہ نامدار گرے
کہیں پیادے گرے اور کہیں سوار گرے
ادھر کو آٹھ گرے اس طرف کو چار گرے
غبار اسکے بھی دل کا نکلتا جاتا تھا
گرے ہوؤں کے فرس تن کچلتا جاتا تھا

۱۰۱

وہ فوج پیچھے کی تدبیر چارہ کرتی تھی
پئے تیغ لاشے گرا کر نظارہ کرتی تھی
کسی کو چار کسی کو دوپارہ کرتی تھی
یہ بار بار اجل سے اشارہ کرتی تھی
شریک ہیں جو تری تو شریک میری ہے
ہے انکا خون مرے حصہ کا جان تیری ہے

۱۰۲

زمین پہ لاشوں کی کثرت زیادہ کرتی تھی
رواں سقر کو سوار اور پیادہ کرتی تھی
وغا میں شاد دل شاہزادہ کرتی تھی
مٹا دوں سب کو یہ ہر دم ارادہ کرتی تھی
نبی تھی جلوۂ حق دہر میں دکھانے کو
فلک سے آئی تھی باطل کے وہ مٹانے کو

۱۰۳

سروں پہ لشکر دشمن کے بار بار گری
جو تھی وہ بجلی تو پانچ پانچ بار گری
گرا کے جسم کو جب بیشمار بار گری
ہزار بار اٹھی اور ہزار بار گری
قسم جو کھائی تھی اسنے امان نہ دیگی
اجل کو بار نہ ملتی تھی جان لینے کی

۱۰۴

بڑھی دکھانے کو زیادہ چمکتی جاتی تھی
ہر اک کو دیدۂ جوہر سے تکتی جاتی تھی
مثال شعلۂ سرکش لپکتی جاتی تھی
عدو کے قہر کی آتش بھڑکتی جاتی تھی
نفاق و کفر کے جل جل کے خاک ڈھیر ہوئے
ایک آگ تھی سب ناریو لہب سے ہوئے

۱۰۵

علی کا لال تھا سرگرم کارزار ادھر
ادھر شکست عیاں فتح کی بہار ادھر
ادھر شغال تھے مصروفِ نامِ کردگار ادھر
ادھر تھے ہاتھ رکے وار پر تھے وار ادھر
ادھر ادھر کوئی دو تو نہیں آس پاس نہ تھا
ادھر حواس نہ تھے اس طرف ہراس نہ تھا

۱۰۶

ادھر تھا عاشقِ حق دشمنِ الٰہ ادھر
پناہِ رب میں یہ تھے اور نہ تھی پناہ ادھر
ادھر تھا راہ نما طاغوت کی راہ ادھر
ادھر تھا ماہ حسیں زشت رو سیاہ ادھر
اٹھے تھے پاؤں ادھر بس اگر نہ چلتا تھا
ثبات اطہر کو اسکے قدم پہ ملتا تھا

۱۰۷

مثالِ شیر کبھی اس طرف تھے گاہ ادھر
کبھی نگاہ ادھر تھی کبھی نگاہ ادھر
ادھر تھا جوشِ وغا حامیِ تباہ ادھر
ادھر تھا غیظ تو لرزاں تھے کینہ خواہ ادھر
ادھر سے بڑھتے تھے حضرت وہ بڑھ نہ سکتے تھے
ادھر تھا نعرہ شیرانہ وہ دبکتے تھے

۱۰۸

وہ گورے ہاتھ کی گردش وہ ذوالفقار کی ضو
کہ جیسے عکس سے مٹتی تھا جلوۂ مہِ نو
وہ حسنِ راکب و شانِ رسول کا پرتو
وہ ذوالجناح کی چل پھر وہ تیزی تگ و دو
جہاد پھر ہو نہ کس طرح آشکارا ایسا
حسام ایسی فرس ایسا شہسوار ایسا

عیاں

۱۰۹

عیاں تھی رخ سے شہ ذوالفقار کی صورت
نظر میں پھرتی تھی دلدل سوار کی صورت
بنا تھا شیر پہ تھی راہوار کی صورت
بگڑ گئی تھی ادھر کارزار کی صورت
چھپا ہے ڈھال میں رخ اسکا دیکھ کر جسکو
ہزاروں کٹ گئے پھر سے دکھائیں منہ کسکو

۱۱۰

زمین ہل رہی تھی رخش کے طراروں سے
سوار گرتے تھے ہل چل میں راہواروں سے
مقام جنگ چھٹا ایسے نامداروں سے
بجز گریز نہ کچھ بن پڑا ہزاروں سے
سوار پیچھے تھے فرس آگے بھاگے جاتے تھے
یہ تازہ ڈر تھا کہ تازی بھی بھاگے جاتے تھے

۱۱۱

مع خدنگ کماں ٹوٹ کے ٹکڑے ٹکڑے تھے
علم قلم تھے تناؤں کے ٹکڑے ٹکڑے تھے
فرس کے ساتھ عناؤں کے ٹکڑے ٹکڑے تھے
بروے خاک سناؤں کے ٹکڑے ٹکڑے تھے
ہر ایک زرہ کی بھی لخت لخت کڑیاں تھیں
کڑی کڑی تھی جدا تار تار زرہیں تھیں

۱۱۲

چہار آئینہ اٹھ اٹھ ایک وار میں تھے
تن اسکے دو تھے جو یکتا جری ہزار میں تھے
جو اہل نار تھے دوزخ کے وہ کنار میں تھے
جو سر اٹھائے تھے وہ پست گیر و دار میں تھے
جو ساتھ والے تھے دہشت سے وہ بھی سایہ نہ تھے
جو تیز دست تھے انکے ستون پہ ہاتھ نہ تھے

۱۱۳

وہ ضرب تیغ کیا ہے وہ خوف نشر کین
ادھر فلک تو ادھر تھر تھرا رہی تھی زمین
جب اٹھی جنگ میں انگشت صارم شیرین
تو کانپ جاتا تھا چرخ فلک پہ مہر مبین
یہ ڈر تھا ہیں یہ قوی ید اللہ کیطرح
کہیں دو نیم نہ ہو جاؤں میں قمر کی طرح

۱۱۴

جدھر جلال میں شیر تو شخصال آئے
یہ سمجھے سب کہ ادھر شیر ذوالجلال آئے
قریں جو تیغ زنوں کے دم جدال آئے
تو ساتھ جانوں کے اک اک کا بل نکال آئے
نہ سرکشی وہ رہی اور نہ آن بان رہی
نہ سر رہے نہ وہ غرہ رہا نہ جان رہی

۱۱۵

وہ حملہ خلف ضیغم خدائے مجید
وہ تیغ تیز اصالت میں جو کہ فرد و حید
ادھر ظفر تو ادھر ہے شکست فوج یزید
کسی کے سر پہ وہ جاہیں پڑی جو ضرب شدید
نکل کے روح چلی نار میں ہوا کی طرح
غرور خوف سے بیٹھا گیا نقش پا کیطرح

۱۱۶

بسا جو فوج میں صفدر تھے صفدری کھو بیٹھے
جو دم و شام کے خود سر تھے خود سری کھو بیٹھے
وفا کے رنگ کو لشکر میں لشکری کھو بیٹھے
جو شہسوار تھے بھگدڑ میں بھگدڑی کھو بیٹھے
جو تیز کی تھی دم جنگ وہ بجھی ہی رہی
بہادروں کی بھی مٹ کر بہادری نہ رہی

گرے

۱۱۷

گرے جو ظلم کے جھنڈے ادھر ادھر کے گرے
مکان جو کفر کے تھے وہ اجڑ اجڑ کے گرے
ستون ستون کے بڑے تھے بگڑ بگڑ کے گرے
کیا جو سرو اجل نے اکڑ اکڑ کے گرے
ادھر تو موت نے جھنڈا ادم برد کیا
ادھر حسام کے پانی نے اور سرد کیا

۱۱۸

وہ تیغ جب سوئے فوجِ تبہ صفات آئی
یہ شور اٹھا کہ وہ غارت گرِ حیات آئی
پئے برید تیغ دو دم عمرِ بے ثبات آئی
تنوں سے جان چلی ساعتِ ممات آئی
ہر ایک وار میں سر تن سے بیت بیت کٹے
رگیں گلوں کی نہیں رشتہ ہائے زیست کٹے

۱۱۹

بڑھے جب آپ پئے جنگ آستین الٹے
قریب تھا کہ ورق کی طرح زمین الٹے
ادھر کو جان کے ڈر سے ہٹے لعین الٹے
کہیں تھے پشت کے بل ہر فرد اور کہیں الٹے
الٹتے ایسا کبھی ملکِ جان نہیں دیکھا
یہ انقلاب تہِ آسمان نہیں دیکھا

۱۲۰

بدل گیا تھا لڑائی کا رنگ لشکر میں
نہ تاب تیغ زنی تھی اور آب خنجر میں
نہ ہاتھ تن پہ نہ دشنے دست خود سر میں
نہ دم نہ جسم میں نہ چار آئینہ بر میں
وغا میں باغیوں کے رخ وغا سے مڑ گئے تھے
یہ گل کھلا تھا کہ ڈھالوں کے پھول اڑ گئے تھے

۱۲۱

نشانہ تیر قضا کا کمان والے تھے
بچے تھے جو انھیں جانوں کے اپنے لالے تھے
یہاں قدم تھے جہاں وہاں لہو کے نالے تھے
زمیں پہ کاسۂ سر خوں بھرے پیالے تھے
حیات ختم تھی دولت تمام عمر کی تھی
چھلک رہے تھے کہ لبریز جام عمر کے تھے

۱۲۲

سوا تھا جنکو لڑائی کا جوش بھاگ گئے تھے
چھپائے چہروں کو فولاد پوش بھاگ گئے تھے
یلان لشکر محشر خروش بھاگ گئے تھے
سپاہیان صف بادہ نوش بھاگ گئے تھے
شغال طینت و روبہ خصال کیا ٹھہریں
ہرن ہوں تشنہ تو آہو فغال کیا ٹھہریں

۱۲۳

پڑے تھے ساحر و کذاب موت کے پالے
قریب تھا کہ یہ تیغ ایک ایک کو کھا لے
کھڑے تھے دور فسوں ساز گردنیں ڈالے
گرے وہ جو کہ بتوں کے تھے پوجنے والے
فسون گردوں کی ہو گئی یوں فسوں گری باطل
کہ جس طرح سے ہوا سحر سامری باطل

۱۲۴

کٹے تھے شانوں سے ہاتھ انکے نیزہ باز جو تھے
وہ پائمال ہزیمت تھے سرفراز جو تھے
ہوئے خفیف دغاباز حیلہ ساز جو تھے
زباں نکالے پڑے تھے زباں دراز جو تھے
یہ ذلتیں سگ دنیا یہیں اٹھاتے ہیں
دہن دریدہ اسی طرح منھ کی کھاتے ہیں

کمینے

۱۲۵

سی کے فرق پہ مغفر تھا اور نہ وہ تیغ و ڈھال
خمیدہ گرد میں لغزش میں پاؤں جسم نڈھال
اٹھی تھی گرد کہ تھا زلزلہ میں دشت قتال
بنے تھے خاک کے پتلے تمام بد افعال
ہوا اٹھا حال یہ زندہ و نکا سارے لشکر میں
کہ جیسے اٹھیں گے مردے لحد سے محشر میں

۱۲۶

رہے جدال جگر بند بادشاہ عرب
علی کی جنگ کا نقشہ ہے میں رنگ و ڈھنگ تھا سب
وہی تھا رعب وہی دبدبہ وہی تھا غضب
یہ غل تھا فوج میں ہر سو ہو کے دیکھو اب
بتاؤ کون سے یہ قلعہ گر رہے ہیں
حسین یاں ہیں کہ جناب امیر لڑتے ہیں

۱۲۷

یہ پائمالی فوج اور یہ زیر و بستی
کہ روح فوج یزیدی ہے مائل پستی
تمام لٹ رہی ہے آج زیست کی بستی
نکل چلا کہ قضا ہے در پئے ہستی
کہاں کا طاقت و تب اب رہے نہ ہم باقی
نہ اب ہے جان میں جاں اور نہ جسم میں دم باقی

۱۲۸

کبھی تھے بیچ میں تنہا کے قلب دو جہان
کبھی تھے فوج کے اس پار گرد و صف تو عیاں
کبھی سواروں سے تھی غول میں اٹھا کے عناں
کبھی پیادوں کے سر پہ تھے مثل تیر زباں
برابر ایک سے میں جسے دیکھو نہیں وہ سر تھا
تبر تبر تھیں صفیں پائمال لشکر تھا

۱۲۹

اولٹ کے میمنہ کو سوئے میسرہ پہونچے
کبھی یہ صف کبھی وہ توڑ کر پرا پہونچے
سوئے جناح کبھی شاہ لافتا پہونچے
گرا کے سر پہ سپر سیرا اورا پہونچے
ادھر ادھر کبھی گھوڑے کو پھیر لیتے تھے
کبھی سپاہ کو کاوے میں گھیر لیتے تھے

۱۳۰

کبھی تھے تیغ تبر سے خشکی میں گہ ترائی میں
کمی نہ زور میں نہ ہاتھ کی صفائی میں
نہ فرق تھا جسد و فرق کی جدائی میں
علی کی طرح تھے تیغ پھیرتے ہوئے لڑائی میں
یہ غل تھا صید کی خاطر دلیر پھرتا ہے
ہو بپھر کے غضبناک شیر پھرتا ہے

۱۳۱

تو اس بانت پھرتا تھا بیر لشکر شام
پناہ کی نہ کہیں جا نہ امن کا تھا مقام
ہوا کے تند قضا کر رہی تھی کام تمام
اکھڑ گئیں تھیں قناتیں تو گر رہے تھے خیام
نہ قبل کا تھا سراغ کوئی نہ بعد کا تھا
نہ خیمہ شمر کا باقی نہ ابن سعد کا تھا

۱۳۲

پڑی ہوئی تھی خرابی میں فوج خانہ خراب
کھلا ہوا تھا در موت بند امن کا باب
پڑی تھی خاک پہ ٹوٹی ہوئی ہر ایک طناب
سلامی ہو کے بچھڑیں تھی وردی تھیں خراب
عمود فتح جو بحر شکست تل گئے تھے
نیا تھا پیچ کہ بل رسیوں کے کھل گئے تھے

عیار

١٣٧

مجھے تو اپنی شہادت سے آج تھی منظور
نہیں تو کیا ہیں یہ فوجیں یہ لشکر معمور
پڑھو شہید کرو مجھکو بے خطا و قصور
قریب وہ بھی اب آئیں طرف سے ہیں مجبور
دغا و کید پہ باندھی کمر ہیں اب جو یاور
ہمارے صبر کا بھی امتحان کر دیا اور

١٣٨

پہ سنا عمر و بن سعد فوج لیکے بڑھا
یقین ہوا کہ لڑینگے جناب امام ہدا
قریب آ گیا تنہا کے لشکر اعدا
پس اب پکارے یہ ہوں آمادہ صاحبان غزا
ہوا یہ جب تو ملک آسمان پہ روتے ہیں
تمہارے مالک و آقا شہید ہوتے ہیں

١٣٩

فرس پہ کہتا ہے حر کیجیے علم تلوار
یہ سب حضور کے دشمن ہیں یا شہ ابرار
یہ تیغ کہتی ہے پھر بڑھکے چھیڑ کر تلوار
حسین کہتے ہیں امت پہ اب ہیں تیغ گذار
مرید ہو گا ہوں میں نانا کے پاس جانیکو
گلا کٹا دونگا شیعوں کے بخشوانے کو

١٤٠

نہیں ہے اب مجھے حکم جہاد اے سردار
لڑائی ختم ہے اب تو تیغ حیدر کرار
سیاہ ظلم سے بچنا میرا ہے اب دشوار
کوئی گھڑی میں ہے یہ حلق اور چھری کی دھار
ستم سے بعد فنا بھی نہ باز آئیں گے
ہماری لاش بھی گھوڑوں سے روندوائیں گے

یہ

١٢١١

یہ ذکر تھا کہ شہنشاہِ دیں کو گھیر لیا
ستمگروں نے غریب و حزیں کو گھیر لیا
سحابِ ظلم نے ماہِ مبیں کو گھیر لیا
نبی و فاطمہ کے مہ جبیں کو گھیر لیا
حسام و خنجرِ کیں میاں سے نکلنے لگے
تنِ ضعیف پہ تیروں کے وار چلنے لگے

١٢١٢

ہزار حیف یہ ظلم اور مصطفےٰ کا پسر
برابر آتے ہیں تیروں پہ تیر ادھر سے ادھر
وہ تن کہ پھول سے نازک ہیں اور تیر پہ تیر
وہ ذقن پہ پیمبر کی اور علی کا لختِ جگر
وہ سینہ چاند سا چھن گیا ہے تیروں سے
قمیص جسم زرہ بن گیا ہے تیروں سے

١٢١٣

بحکمِ فوج کمانوں سے تیر تا ماہ پہ ہے
یہ ظلم اور یہ جفا ایک بیگناہ پہ ہے
وفورِ ابرِ ستم دینِ حق کے ماہ پہ ہے
یہ چرخِ پیر کا ستم آہ پہ ہے
غضب ہے تیغ پہ تیغوں کے وار پڑتے ہیں
سناں کے زخموں پہ آ آ کے تیر گڑتے ہیں

١٢١٤

کلاہِ سر پہ گلابی لہو سے وہ تو ہوئی لال
ہے چاک تیغوں سے دوشِ شاہِ نیک خصال
بہا ہے خون کہ ہے کثرت سے جسمِ پاک نڈھال
فرس سے گرنے پہ ہے احمد و بتول کا لال
لگے ہیں تیر، رگیں رک رک کے سانس آتی ہے
لہو تو گھٹتا ہے اور پیاس بڑھتی جاتی ہے

۱۲۵

طلب جو کرتے ہیں پانی امام جن و بشر
تو شمر کہتا ہے قطرہ نہ دینگے اے سرور
حسین کہتے ہیں یہ جانب نجف منہ کر
مدد غلام کی اب کیجیے ساقی کوثر
سنان و تیغ کو پیاسے ہی میں مرتے ہیں
اب آپ کے مجھے پیاسا یہ قتل کرتے ہیں

۱۲۶

یہ کہہ کے پایا جو غش سرور انام گرے
زمین گرم پہ سلطان خاص عام گرے
ملا نہ پانی کا اک جام تشنہ کام گرے
جو وقت عصر وہ مشتاق رد امام گرے
بہ شوق بندگی ذات کبریا کے لیے
زمیں پہ رکھ دی جبیں سجدہ خدا کے لیے

۱۲۷

ادا نہ کرنے دیا شمر کو سجدہ باری
قریب نور الہی کے آ گیا ناری
کسی نے تیغ ستم فرق پاک پر ماری
پھر آپ کے سر اقدس سے خون ہوا جاری
اک آہ کر کے شہ مشرقین اٹھ بیٹھے
پکڑ کے بس سر زخمی حسین اٹھ بیٹھے

۱۲۸

بن نمیر نے مارا جو پشت پر بھالا
گرے زمیں پہ سینے کے بل شہ والا
بچا یہ ظلم بھی وہ رسول کا پالا
تڑپ کے رہ گیا زہرا کا گیسوؤں والا
یہ دکھ پہ دکھ ہوئے زخمی کو جو پیاسے کو
غش آ گیا شہ لولاک کے نواسے کو

بس

۱۴۹

بس اب حسینؑ کے غم خوار ہیں سکینہ و سر
قریب قبلۂ دیں قاتل آ گیا بڑھ کر
شقی نے دی وہ اذیت کہ ہو گیا اوجھو دور
یہ آنکھیں کھول کے بولا علی کا نور نظر
یہ سینہ زنی ہے سب درد بھی زیادہ ہے
بتا دے کس لئے آیا ہے کیا ارادہ ہے

۱۵۰

کہا لعین نے یہ تیغ اور آپ کا ہے گلا
کہا حسینؑ نے میں کون ہوں یہ بتلا
کہا کہ آپ ہیں نور نگاہ خیر ورا
پدر علی و ولی ماں ہیں فاطمہ زہرا
کہا رسولؐ سے تو نہ خدا سے ڈرتا ہے
یہ جانتا ہے تو کیوں مجھ پہ ظلم کرتا ہے

۱۵۱

بتا یہ کونسی ساعت ہے اور وقت ہے کیا
نماز عصر کا یہ وقت ہے شقی نے کہا
کہا امام نے دن کونسا ہے یہ بتلا
یہ روز جمعہ ہے وہ بے حیا یہ کہنے لگا
کہا یہ وقت ہے ایذا و غم رسانی کا
کہ ہے یہ وقت خطیبوں کی خطبہ خوانی کا

۱۵۲

تو ایسے وقت میں کرتا ہے یہ گناہ عظیم
جدا کرے گا سر دلبر رسولؐ کریم
خدا نہ بخشے تجھے او ستم شعار و لئیم
یہ سن کے غیظ میں آیا وہ بد خصال رجیم
کہا کہ باز نہ آؤنگا اپنے کینے سے
بس اب نہ اترونگا سبط نبی کے سینے سے

۱۵۳

کہا حسین نے رو رو کے ہو گئین تشنہ جگر
پلا دے تھوڑا سا پانی مجھے تو کاٹ یہ سر
جواب کچھ نہ دیا اُسنے یہ سخت سنگر
کیا جو ظلم سمجھ جائین عاشق سرور
کوئی ستم نہ ستمگار نے اٹھا رکھا
رسول چومتے تھے جسکو اُسپہ کیا رکھا

۱۵۴

کہی وہ گل سا گلا اور دغا کے برافعال
ادب کی جا ہے کہون کیا وہ قہر کا احوال
جو زخم دل مین نہ وہ سن سکینہ سخت نڈھال
بس اتنا کہتا ہے ذاکر بصد فغان و ملال
نبی و فاطمہ کے نور عین کو ما ر ا
یہی بہت ہے کہ پیاسا حسین کو مارا

۱۵۵

بجا یاہ ستمگر مین طبل فتح و ظفر
اٹھا کے ہاتھ پکارا یہ قاتل سرور
بس اب یزید کی سب فتح ہو لڑائے کمر
لڑائی سر ہوئی لو دیکھو امام کا سر
بڑھو لباس تن شاہ بحر و بر لوٹو
خیام چل کے جلا دو نبی کا گھر لوٹو

۱۵۶

ادھر تو خانہ دین کا چراغ ہو گیا گل
حرم سے نکلے ادھر اہلبیت ختم رسل
نفیس بس کہ ہے آہ و بکا کا حرم مین غل
پڑے ہین لاش پہ ناموس قبلہ جزو و کل
کھلے ہین بال گریبان چاک ہین سب کے
کلیجے پھٹتے ہین سن سن کے بین زینب کے

تمام شد

حال بزم و رزم و جرأت و شہادت فرزند سبط رسول زمن قاسم ابن حسنؑ

مصنفہ جناب نفیس اعلی اللہ مقامہ

مطبوعہ نظامی پریس وکٹوریہ سٹریٹ لکھنؤ

۱

ہاں اے عروس مجلہ اعجاز رو دکھا
اے دوحۂ مراد گل آرزو دکھا
اے لیلی حجاب شب مشکبو دکھا
اے حور طبع طرۂ مرغول مو دکھا
تو شوخ ہو تو بزم میں رنگ بیاں دہن کھلے
تقسیم پھول ہوں در باغ سخن کھلے

۲

یوں جلوہ گر ہوں شاہد مضمون دل پسند
ہو تازگی مرقع معانی ہر ایک بند
نقطوں کا نور ماہ دو ہفتہ سے ہو دو چند
ہو شور عرش پر کہ ہے معنی بلند
لفظوں میں ہیں کلام فصاحت سرشت میں
بیٹھی ہیں تخت زر پہ جو حوریں بہشت میں

۳

محفل میں آرہی ہے علی کے چمن کی بو
سہرا ہے نقطہ نقطہ تازہ دلہن کی بو
کیں عطریاں سہاگ کی لپٹیں سمن کی بو
مہکی ہوئی ہے باغ حسین و حسن کی بو
آراستہ مکاں ہے بنی کے جلوس کا
ہر بیت ہے بنی ہوئی حجلہ عروس کا

۴

مصرعوں پہ پھولوں کی لڑیاں ہیں ریزہ ریز
آرائش دیانہ ہے یا کلک کی صدر
گویا مداد عطر دہن کا ہے بے نظیر
ہے کوزہ نبات دوات صفا ضمیر
مضمون نے جو ذہن رسا میں گذرتے ہیں
شادی کی دھوم دھام میں مہمان اترتے ہیں

ش

سجی ہیں بن ٹھنی ہے دلہن بنت شاہ دیں
روشن مکان ہے عرش کے تارے ہیں سب مکیں
گہر او سطوت ہیں گاہ ادہر زینت حزیں
تعجیل ہے کہ صبح نمایاں نہ ہو کہیں
ارمان نکلیں بادئ عالم پناہ کے
قاسم دولہن سویرے لیے ہیں بیاہ کے

۳

ش

سچ ہے چھپا ہیں دست و گریبان عشق و غم
شادی میں وارثوں کے بچھڑنے کا ہے الم
بیٹھی ہیں سر جھکائے ہوئے بی بیاں بہم
صدمہ بھی ہے شریک خوشی ہے جو کوئی دم
انجام کا خیال ہی کیا دل کو کھل پڑے
سہرا اگر کوئی ہنسا بھی تو آنسو نکل پڑے

ش

عاشور کی وہ رات تھی گویا شب برات
مہماں ہیں جمع شادی کے ایک ایک خوش صفات
پروا نہیں کسی کو آرسی کی ہے یہ بات
پانی مگر نہیں ہے یہ طرفہ ہے واردات
بے آب غش پڑے ہیں جو بچے ذرا سے ہیں
دولہا بھی تشنہ لب ہے براتی بھی پیاسے ہیں

ش

کھلتا ہے گل گلشن علی کا چمن ہے آج
رشک بہشت خانۂ شاہ زمن ہے آج
اک جا نشاط و غم ہے یہی انجمن ہے آج
بیٹھی شب عروسی ابن حسن ہے آج
جلوہ ہے یہ علی و رسالت مآب کا
آج ایک جا ظہور ہے دو آفتاب کا

۲

٩

جس دم سنوارتی تھی دولہن کو بچا کے چال
بکھرا اٹھا رہی تھی بنا کوئی نیک فال
کنگھی جو کی تو گرنے لگے اور سر کے بال
صندل لگایا جب تو ہوا درد سر کا حال
شادی میں کیوں نہ غم ہو دولہن جو سسک پڑے
سرمہ دیا تو آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے

١٠

دولہا بنا ہے واں حسنِ پاک کا پسر
سہرا ہے یا شعاع ہیں شمس جلوہ گر
ڈالے ہیں بہنیں فرق پہ آنچل ادھر ادھر
کپڑے شہانے جسم پہ زیبا ہیں کس قدر
اودے ہیں لب یہ حال ہے اوس تشنہ کام کا
رومال منہ پہ ہے حسنِ سبز فام کا

١١

عباس سے یہ کہتے ہیں شاہِ انس و جان
او بیکس کی شادی قاسم ہو بھائی جان
قاسم کا عقد پڑھ چکا جب وہ قلم زبان
روئے یہ شہ کہ رونے لگیں ساری بیبیاں
گردن جھکا کے زینبِ پر غم بھی روتی تھیں
مل کر دولہن سے بانوئے عالم بھی روتی تھیں

١٢

یہ کہہ کے ہاتھ دستِ مبارک میں تھام کر
فرمایا اوس کی اپنی امانت کو اے پسر
بیٹھا سمٹ کے فاطمی کا جھکا کے سر
تھی شمعِ طور ہر ایک پیچ میں جلوہ گر
ماں ہنس کے اٹھی ہوئی ابنِ حسن کے پاس
دولہا کو بیبیوں نے بٹھایا دولہن کے پاس

۱۷

پھولین وہ گود جن مین تو نازان ہو کو خصن
شادی مبارک اسے حسن مجتبے کے لال
نام خدا بیاہی بی بی ہے بے مثال
چھوٹے بڑے جہان مین رسول خدا کی آل
قائم سہاگ بھاگ رہے برتری رہے
صندل سے یونہی مانگ ہمیشہ بھری رہے

۱۸

تاریاض صبح شب غم عیان ہوئی
فصل بکا و شیون و ماتم عیان ہوئی
ایسی سحر جہان مین کبھی کم عیان ہوئی
صبح شہادت شہ عالم عیان ہوئی
خورشید کانپتا تھا یہ دن ہولناک تھا
ماتم مین صبح کا بھی گریبان چاک تھا

۱۹

گلشن مین باد صبح اڑاتی تھی گرد خاک
غنچے شکستہ دل تھے تو دامن گلون کے چاک
طائر ملال و فکر سلیمان سے تھے ہلاک
وہ چہچہے نہ بلبلون کی صدا مین تھی دردناک
غمگین تھے گل کہ شاخ سے اوپر دھرے ہوئے
آنکھون مین اشک بلبل شیدا بھرے ہوئے

۲۰

سکتے مین سرو باغ تھے پامال تھی گیاہ
کوکو کے بدلے قمریان کرتی تھین آہ آہ
پژمردہ پھول لالے کے تھے با حالت تباہ
شاخین چمن مین جھکتی تھین اٹھا جو رو بہ راہ
کھٹکا یہ دل مین باغ علی کی خزان کا تھا
صدمے سے رنگ زرد گل زعفران کا تھا

۲۱

نخلِ عزا بنا تھا ہر اک نخل بار دار
ٹکڑے تھے برگ بھی کفِ افسوس بار بار
سنبل تھا بال کھولے ہوئے مثلِ سوگوار
گل کی یہ تھیں کہ دل میں کھٹکتے تھے غم کے خار
شبنم نے اشک شام سے ایسے بہائے تھے
چھالے بھی چشمِ نم کی طرح ڈبڈبائے تھے

۲۲

گلزار بن فاطمہ میں تھا جو قحطِ آب
تھا بار بار ترعرقِ شرم میں گلاب
اولجھن سے پڑ گیا دلِ سنبل میں پیچ و تاب
تھی طائروں کی سوزِ قلق سے جگر کباب
گلشن میں بے حواس ادھر اور ادھر اوڑی
پنچھی کی تو دھن کہ کہاں جا کے اوڑیے

۲۳

بادِ صبا یہ کہتی تھی ہر اک گل کے پاس
یہ کیا شگون ہوا ہے تم پرنے کرو لباس
فارغ ہوئے ہیں عقد سے شاہِ فلک اساس
یارب یہ بیاہ حضرت قاسم کو آئے راس
پھولا پھلا نبی و علی کا چمن رہے
سرسبز باغِ دہر میں باغِ حسن رہے

۲۴

غنچے جواب دیتے تھے ہو دل تنگ کے سبب
گزری بہار باغِ نبی پر خزاں ہے اب
یاغی ہوئے ہیں درپئے آزار اسکے سب
کٹ جائیگا یہ سروِ رواں از رہِ غضب
پوشیدہ زیرِ خاک ہر اک ماہ ہووے گا
پامال پھول ساتھ نوشاہ ہووے گا

۲۵

پانی پئے وضو تو نہ تھا نہ کو دستیاب
جوش ملال سے دل دریا تھا آب آب
کھاتی تھی فرط غم سے ہر اک موج پیچ و تاب
آنکھوں میں اشک سوجے ہوئے دیدہ پُر آب
کشتی تباہ تھی جو شہ خوش صفات کی
سب سینہ چاک پھرتی تھیں لہریں فرات کی

۲۶

گردوں پہ گو کہ صبح کے آثار تھے عیاں
لیکن ہر اک نگاہ میں تاریک تھا جہاں
نور سحر پہ تھا شب دیجور کا گماں
چمکا کبھی ہوا کبھی نجم سحر نہاں
جھونکے نسیم غم کے جو گردوں پہ جا لگے
ہر دم چراغ انجم فلک جھلملانے لگے

۲۷

جس وقت صاف صبح کا ظاہر ہوا ظہور
آئے پئے اذان سحر اکبر غیور
صوت رسول پہ ہل گئی زمیں دور دور
خادم نے جا نماز بچھائی اوٹھے حضور
مصروف ذکر حق جو شہ با کرم ہوئے
پیچھے صفیں جمائے مصلی بہم ہوئے

۲۸

بیتاب تشنگی سے تھے گو وہ اہل ہوش
یاد خدا کا صورت دریا دلوں میں جوش
وہ نور رخ سیاہ عبائیں وہ زیب دوش
پیرو امام پاک کے دیندار و سرفروش
یا مرحبا گروہ امام سعید کی
دے دے کے جان دولت عقبیٰ خرید کی

۲۹

فارغ نہ یاد حق سے ہوئے تھے ابھی امام
ناگاہ ادھر سے تیر چلے جانب خیام
جب آ کے ناوکوں نے دیا موت کا پیام
سینہ پہ سر حبیب ہوئے قتل کر حسام
عابس پہ سر کٹے شہ عالی مقام کے
ابرو چڑھے ہلال فلک احتشام کے

۳۰

دم بھر جو دل کو شوق شہادت میں چین تھا
تسبیح جانماز پہ رکھ کر اٹھے حسین
داخل حرم سرا میں ہوئے شاہ مشرقین
وہ شور الفراق وہ سیدانیوں کے بین
روتی تھیں بی بیاں جو فراق امام میں
سامان حشر تھا دم رخصت خیام میں

۳۱

سمجھا کے ایک ایک کو باہر امام آئے
ہتیار سج کے یاور شاہ انام آئے
غازی سوار ہونے کو خوش خرام آئے
باگیں اٹھا اٹھا کے سوئے فوج شام آئے
جانباز حوصلے سے سوا کام کر گئے
مرنیکا اذن پا کے بڑے نام کر گئے

مطلع ۳۲

جب سب قتل ہو چکے انصار با یقین
نکلے برائے جنگ عزیزان شاہ دین
لوٹا اجل نے جب چمن زینب حزین
سر پیٹنے لگے حرم ختم مرسلین
غل تھا تباہ زینب ناشاد ہو گئی
غربت میں بنت فاطمہ برباد ہو گئی

۳۳

ڈیوڑھی پہ در رہے تھے جو شبیر خوش خصال
قدموں پہ سر جھکا کے یہ بولا حسن کا لال
آنکھوں سے آگے مر گئے زینب کے نونہال
پہلے وہ کام آئے جو ہم سے تھے خورد سال
دیجئے رضا ہمیں کہ دم کارزار ہے
اب زندگی غلام کو بھی ناگوار ہے

۳۴

آنکھوں میں اشک بھر کے یہ شبیر نے کہا
اے لال کس طرح تمہیں مرنے کی دوں رضا
شرمندہ مجھ کو بھائی حسن سے کروگے کیا
تم سارے گھر کی جان ہو اے میرے مہ لقا
پوچھیں اگر تو بانوئے مضطر سے کیا کہوں
کھو دوں تمہیں تو بیوۂ شبر سے کیا کہوں

۳۵

قاسم نے کی یہ عرض کہ یا شاہ نامدار
سب اوس پہ ہیں نثار جو ہو آپ پر نثار
آئی ہے یہ صدائے پدر مجھ کو بار بار
جنت میں فاطمہ کو تمہارا ہے انتظار
آفت کا وقت ہے دل و جان بتول پر
اب تک نہ تم فدا ہوئے سبط رسول پر

۳۶

جلدی چچا سے لے کے رضا معرکے میں جاؤ
ہمشکل مصطفےٰ کے عوض خوں نہیں بہاؤ
کوشش کرو جہاد میں سینے پہ زخم کھاؤ
عباس نامدار سے پہلے گلا کٹاؤ
غازی ہو دلیر ہو اسد ذوالجلال ہو
سرسبز خلق میں ہو کہ شبر کے لال ہو

۳۷

فرمایا شہ نے خیر جو پوچھو کہ مرضی خدا
رو دیں نہیں نہیں کبھی آج یہ قسمت میں لکھا
چھوڑو یہیں کرو عزم گلشن بقا
ماں سے پھوپی سے بہنوں سے مل آؤ کر ذرا
افسوس پہلے تم سے نہ ہم کوچ کر گئے
دو گھر تباہ ہو گئے اگر تم گذر گئے

۳۸

داخل ہوا حرم میں یہ سن کر وہ گلبدن
رخ کی بلائیں لینے لگیں شاہ کی بہن
دولہے کے گرد پھرنے لگی بیوہ حسن
چھاتی سے جب لگایا تو بولا وہ صف شکن
اب کامیاب ہو گئے فضل خدا سے ہم
اماں رضا تو دو کہ لائے چچا سے ہم

۳۹

ماں نے کہا کہ شکر ہے جاؤ دعا کرو
بیٹا چچا کے پاس نمک کا حق ادا کرو
امداد نور چشم رسول خدا کرو
جلدی سر اپنا اونکے قدم پر فدا کرو
واری وہ مر رہے ہیں جسے فکر آل ہو
تم ماں کا دھیان ہو نہ دولہن کا خیال ہو

۴۰

بس ہم کو چچا کا جواب سے وہ نونہال
چھاتی بھر آئی ہو گیا مادر کا غیر حال
جب ہو چکا وداع بہنوں سے وہ خوش خصال
ماں نے کیا اشارہ کہ اے مجتبیٰ کے لال
کاہے کو قتل گاہ سے اب پھر کے آؤ گے
صدقے گئی دولہن سے نہ کیا مل کے جاؤ گے

۱۱

۴۱۵

بیکس سے کبھی شرم مسافر سے کیا حجاب
ہم یون ہین اب کہ جیسے لب بام آفتاب
یہ عقد تھا کہ موت پہ شادی تھی یا کہ خواب
دم بھر نہ خوش ہوئے کہ دیا زیست نے جواب
حسرت بھرے ہوئے سوے ملک عدم چلے
افسوس جب کہ آئے تو دنیا سے ہم چلے

۴۱۶

دشمن تو تھی ہنسا کے نہ تقدیر یون رلائے
دو دن خوشی سے ایک جگہ بیٹھنے نہ پائے
کیا ہم گئی پہ صبح شب عیش ہائے ہائے
جو گل برات مین تھے وہ سب تیر بن گئے
سامان بیاہ شام مین جنگ جمل کے ہین
زندہ جو ہین وہ سب متمنی اجل کے ہین

۴۱۷

ایک ایک چاہتا ہے کہ ہم پہلے کام آئین
تنہا منافقون سے لڑین جرأتین دکھائین
مانع تمہارا پاس ہے ہم کس طرح سے جائین
کٹتے ہین سر خرو ہون اگر خون بہائین
گھونگھٹ یہ دونو ہاتھ ہین منھ کھولتے نہین
ہم منتین بھی کرتے ہین تم بولتے نہین

۴۱۸

جی چاہتا ہے تم کو یہین چھوڑ کر نہ جائین
آنکھین تمہارے پاؤن سے تب تک سب اچھائین
بتلاؤ کیا کرین جو نہ مہلت اجل سے پائین
جاتی ہے آرزو جو نہ عمون کے کام آئین
جیتے رہے تو مر کے حضوری مین جائین گے
روپوش ہون تو باپ کو کیا منہ دکھائین گے

٥٧

دامن سے ہاتھ اوٹھا کے جھکی شرم سے گڑی دلہن
منہ پہ سرخی سی آ گئی مہ جبین و دلہن
ناشاد و نامراد و غریب حزین دولہن
آنکھوں پہ رکھ کے رونے لگی آستین دولہن
چھریاں جگر کو ہو گئیں باتیں فراق کی
چھونے لگیں نگاہ میں راتیں فراق کی

٥٨

بجا سے سر جھکائے جو دیکھا وہ خوش خصال
سمجھی دولہن کہ اب نہ چھپا حسن لازوال
منہ سے ہٹ کے کھول دئے اپنے سر کے بال
کنگھی کو توڑنے لگی رو رو کے خستہ حال
کی آہ سرد ہاتھوں کو سینے پہ مار کے
چھوٹی بہن کو دے دیا سہرا اوتار کے

٥٩

قاسم کا تھا خیال کہ روتے تھے زار زار
حجلے کی سمت تکتے تھے مڑ مڑ کے بار بار
پیچھے تھے کھولے سر تو ترحم شیر کردگار
چلاتی تھی یہ مادر نوشاہ ذی وقار
رخصت ہے تم سے ہوں گے مرے نونہال کی
دو گز رات جاتی ہے شبیر کے لال کی

٦٠

جس گھر کی ایسی شادی ہو چھوٹی کو روتا ہے
اوس گھر کے غم کا ذکر بھلا کیا بیان ہے
آیا پیام مرگ کہ دولہن کو جو بیاہ لائے
چوتھی کے روز دولہا کا تیجا تھا ہائے ہائے
گزری ہی یہ کس دولہن پہ مصیبت زمانے میں
چالون کے دن گذر گئے سب قید خانے میں

۶۵

بعد از بیان منزلت فخر انبیا
کس شرح و مدح سے شان علی کو بیان کیا
وہ ذکر حسن پہ رو کے ہر اک کو رولا دیا
یون در فشان زبان تھی کہ اک قوم شیفتا
پھر سے یہ چھن گیا تھا جو حسن امام کا
مین گو یتیم ہون اوس سبز فام کا

۶۶

عون نامدار ہین وہ بیکس و غریب
دونون سے جیتے جی پیاس مین پانی نہین نصیب
فاقے سے میہمان پہ یہ ہے ماجرا عجیب
ظلم اوس پہ یہ حبیب خدا کا ہے جو حبیب
بچے نبی کی آل کے سب اب مرتے ہین
پانی تو کافر و ذمی پہ نہین بند کرتے ہین

۶۷

عالم پہ ہے شرف مرے سردار کا آشکار
حیدر کرار امیر عرب شیر کردگار
مسند نشین امام مبین فخر روزگار
مکے مین کافرون پہ چلی جسکی ذوالفقار
دوش نبی پہ سے تھے قدم اوس تو شہ خصال کے
پھینکا خدا کے گھر سے بتون کو نکال کے

۶۸

طاعت مین معدلت مین عبادت مین لاجواب
شوکت مین منقبت مین ہدایت مین لاجواب
بخشش کا کیا شمار سخاوت کا کیا حساب
روشن ہے بل آن سے شرف مثل آفتاب
جسکی ضیا سے عالم دانا ثنا کرے
کہیے علیم جو سارا زمانہ ثنا کرے

۹۷

آیا وہ اسطرف یہ اُدھر سے پلٹ کے آئے
یوں آئے جیسے شیر درندہ جھپٹ کے آئے
گھوڑے بھی تنگ گشت میں کیا کیا سمٹ کے آئے
ٹھہرا کیا وہ جیت زمیں کو ڈپٹ کے آئے
اب کیا رہے کہ تاب و تواں میں کمی ہوئی
ہر بار اُٹھری جاتی تھی پیری تھکی ہوئی

۹۸

نیزہ سنبھلنے لگے جو بن تو کھلنے لگے ہنر
نیزے سا بڑھ کے آگئیں انسان قریب سر
زورِ علی دکھایا جو اک نیزہ باندھ کر
نیزے کی چوب بیچ سے دو ہو گئی اودھر
صدمہ کمان کا سا عدو نحس لعین پہ تھا
آدھا تو دو اُٹھا ہاتھ میں آدھا زمین پہ تھا

۹۹

ٹوٹا ہوا جو ڈانڈا اُٹھا کر بڑھا وہ مل
فرمایا او شکست رسیدہ سنبھل سنبھل
نیزہ چلا جگر پہ تو تھرا گئی اجل
پہنچا وہ گر پڑا ستم ایجاد منہ کے بل
پار سناں نکل گئی بجلی سی کوند کے
گھوڑے نے چور کر دیا ٹاپوں سے روند کے

جسدم ہوا عدم کو روانہ وہ بد گہر
پہنچا اجل سے تیسری کو جانب سقر
تھتھا ہوا جو سامنے آیا وہ بے ہنر
جھپٹا اُدھر سے ابن حسن مثل شیر نر
ضربت پڑی کہ تا کمر زین دنگ ہو گیا
اک ضرب تیغ تیز سے بے رنگ ہو گیا

١٠٠

١٠١

١٠٢

١٠٣

۱۰۹

آنکھیں کہو وہ کہ حیا جن میں نہ حجاب
گویا کہ دو دو نیل ادھر سے تھے دو حباب
سینے کے تھے کواڑ کہ قصر حسد کا باب
سینہ جو میکدہ تو شکم ہے خم شراب
اترا ہمیں سے نشہ ابھی بد خصال کا
اور سامنا ہے ساقی کوثر کے لال کا

۱۱۰

ڈھکا ہوا سیاہ میں جسم بڑا وہ مل
ہیبت وہ جس کے ڈر سے گرے دیو مونھ کے بھل
کالا وہ رنگ دیکھ کے جس کو ڈرے اجل
دندان دراز و تیز کہ نیزوں کے جیسے پھل
جن کا نشہ تھا آنکھ سے اس تند و زشت کی
ماتھا تھا شقی کا کہ جبین فیل مست کی

۱۱۱

پہنے ہوئے زرہ پہ زرہ بیرون چست و تنگ
حلقہ کمان کا وہ کہ کرے رستم کو دنگ
زرین جگر پہ چار آئینہ ترکش میں وہ خدنگ
وہ تیغ برق وش جو در آئے میان سنگ
دستانوں کے بھی صاف تھے جوہر کھلے ہوئے
دو اژدہوں کے مونھ تھے برابر کھلے ہوئے

۱۱۲

ٹکر پہ اپنے ڈال کے فولاد کی سپر
جس پر نہ تیغ تیز نہ خنجر کرے اثر
حلقے کمند کے تھے کہ تھا دام کید و شر
گردن نہ نکلے دیو بھی اس میں پھنسے اگر
دل کانپتا تھا خوف سے چرخ اسیر کا
یا تین فلک سے گرتا تھا نیزہ شریر کا

۱۱۳

ہنستی تھی موت پیکر بد اعتقاد پر
گویا تھا دیو اشہب تازی نژاد پر
محکم کمر اعانت ابن زیاد پر
آمادہ دونو ہاتھ فساد و عناد پر
جب باگ لی تو شور اٹھا اوس سپاہ کی
مرحب چلا نبرد کو شیر الٰہ سے

۱۱۴

اے تیغ ملک گیر ظفر جوہر دکھا
کافر بڑھا ہے قہر خدا کے صدمے دکھا
اے زور طبع قوت دست احد دکھا
اے قلزم جلال علی جزر و مد دکھا
بڑھ کر کھنچے وہ تیغ تو بیت اُس کا زور ہو
شیر خدا نے عمرو کو مارا یہ شور ہو

۱۱۵

چمکا ادھر سے تاجو دلو سا آیا وہ تند خو
طبقہ ہلا زمین کا اوڑی گرد چار سو
بل تا صیم پہ آٹھو تھمین اور تڑا ہاہو
گرز گران بلند زبان پر یہ گفتگو
کردو خبر اجل سے اگر بے خبر ہے وہ
مارا ہے چار شیروں کو جس نے کدھر ہے وہ

۱۱۶

قاسم نے دی صدا ادھر آ ہم یہیں ہیں
اندھا ہے کیا حسین کے نور نظر یہیں ہیں
پوتے علی کے ہیں تو حسن کے قریں ہیں
او کور سامنے علی کے مقلد اور یہیں ہیں
کھولے ہزار دیدۂ ظلمت مآب کو
تو شپرک ہے دیکھے گا کیا آفتاب کو

۱۱۷

یہ تاب ہے گر تو آنکھوں کے تارو تکو دیکھیے
تو بھی کنار گور ہے بیمار و تکو دیکھیے
ٹکڑے زمیں پہ آٹھ پڑے ہیں چار و تکو دیکھیے
کیسے ہوئے ہیں ہمارے شکار و تکو دیکھیے
آمد ہے موت کی خلل آیا حیات میں
شیر خدا کا شیر ہے اب تیری گھات میں

۱۱۸

ہم نے کہیں جمائے ہیں میداں میں جیسے پاؤں
ثابت رہے ہیں معرکے میں فضل رب سے پاؤں
تیروں کے کاٹتے ہیں ہمارے غضب سے پاؤں
غصے میں ہم کھڑے ہیں بڑھا کے ادب سے پاؤں
نازاں عرش ہے اس ذرہ بے قماش پر
یہ سر نہ کٹ کے جا پڑے بیٹوں کی لاش پر

۱۱۹

دشمن شکار شیر کہیں گیر ہیں ہمیں
اتری جو آسمان سے وہ شمشیر ہیں ہمیں
قرآن کے حرف حرف کے تفسیر ہیں ہمیں
شیر خدا کے رعب کی تصویر ہیں ہمیں
دشمن کی تیغ تیز کو کب مانتے ہیں ہم
خود اپنے جوہروں کو زرہ جانتے ہیں ہم

۱۲۰

مظلوم کربلا نے یہ جس دم سنی خبر
صدمہ ہوا کہ بیٹھ گئے تھام کر جگر
عباس سے کہا کہ لٹا اب حسن کا گھر
غازی نے کی یہ عرض کہ یا شاہ بحر و بر
نوشاہ کو مدد نہیں منظور کیا کریں
کچھ غم نہیں حضور ظفر کی دعا کریں

۱۲۱

بولے اوٹھا کے ہاتھ شہنشاہ کربلا
مُنتقم اِس لعین کا یا رب سمیع الدعا
ازرق ہے ظلم پیشہ و کیں پرور و دغا
یہ لخت دل حسن کا ہے بیوہ کا دلربا
دس سال مجتبیٰ کے ہوئے انتقال کو
پالا ہے میں نے گود میں اس نونہال کو

۱۲۲

صدقے ہیں تیرے راہ میں سب جان و مال کیا
ہیں پیر کیا جوان ہیں کیا خورد سال کیا
ہیں کیا ہوں بھائی بنو مرے کیا یہ لال کیا
غربت زدوں کے فاقہ کشوں کی مجال کیا
قوت عطا ہو ہاتھ میں اس گلعذار کے
مر جائے یہ ازرق شامی کو مار کے

۱۲۳

حق سے یہ عرض کر کے جو رونے لگے حسینؑ
مضطر ہوئے ادھر حرم شاہ مشرقین
دولہا کی ماں پکاری یہ کیا ہے [illegible]
مارا گیا جہاد میں کیا میرا نور عین
دولت مجھے خدا نے جو دی تھی وہ چھن گئی
میں رانڈ تھی ہی بہو بھی مری رانڈ ہو گئی

۱۲۴

آواز دی یہ شاہ نے آ کر قریب در
نوشاہ زندہ ہے ابھی کیوں پیٹتی ہو سر
چلّے میں تیر رکھ کے پکارا شقی ادھر
ہاں اے حسن کے لال بچا سینہ و جگر
دونوں اوٹھا کے ہاتھ جو کھینچوں کمان کو
غربال ناوکوں سے کر دوں آسمان کو

۱۲۵

نیزہ اگر اوٹھاؤن تو رستم نہ لائے تاب
پانی ہو تیغ پانگ سی دست فراسیاب
سہراب ہو تو دے نہ مری تیغ کا جواب
ڈانٹون اگر تو دیو کا زہرہ ہو آب آب
شہرہ و تکو توڑ دون اگر آؤن بگاڑ پر
پھینکو اوٹھاکے فیل دمان کو پہاڑ پر

۱۲۶

ہے کس نگاہ ہنس کے حسن کا مہ منیر
کر دیگا یہ غرور تجھے پست او شریر
ہم خاک ہین نہین لیں اوٹھا تو سب بے نظیر
او سادہ لوح دم مین قلم ہونگے سارے تیر
ہم سے وغا مین زیر ہین سرکش جہان کے
ٹکڑے کئے ہوئے نہ ملین گے کمان کے

۱۲۷

یہ لاف یہ گزاف و غلو میرے سامنے
سر ہین ہتھون کے گرد ہین میرے سامنے
شیرونکا سوکھتا ہے لہو میرے سامنے
پشت سے کم ہے زور ہین تو میرے سامنے
پھینکون اوٹھا کے دون کہ اوڑے خاک زمین پر
ٹکرا کے آسمان سے گرے تو زمین پر

۱۲۸

قائم تری مدد کو یہ ساری سپاہ ہے
ہم ہین اکیلے اور خدا پر نگاہ ہے
پیاسے ہین سات دن سے یہ دریا گواہ ہے
انصاف کر تو ابھی کوئی سد راہ ہے
پانی بھی تیرے ساتھ ہے جام و سبو بھی ہے
بتلا کہ تین روز کے فاقے سے تو بھی ہے

۱۲۹

اس تیغ آب دار زبان پھر ضیا دکھا
پھر ضرب ذوالفقار شہ لافتا دکھا
عالم کو زور بازوئے خیبر کشا دکھا
تصویر حرب قاسم گلگون قبا دکھا
غازی ہیں جو حریف پہ ہو رزم گاہ میں
پھر جائے جنگ بدر کا نقشا نگاہ میں

۱۳۰

گل اسطرف ہے خار مغیلاں ہیں اوسطرف
دین اسطرف ہے دشمن ایمان ہے اوسطرف
نور اسطرف ہے آتش سوزان ہے اوسطرف
ہادی ادہر ہے غول بیابان ہے اوسطرف
پشتی کو سب اودہر ہیں صفیں روم و شام کی
سینہ سپر ادہر ہیں دعائیں امام کی

۱۳۱

امداد یا علی ولی یا شہ زمان
کھینچی ہے اوس شریر نے دو تانگی کمان
حلقہ نہیں ہے کھولے ہے موںھ اژدرہان
چلّہ نہیں ہے وہ تیر سے پہلو کرالامان
سر ہو یہ جنگ لطف اگر ہو جناب کا
میدان میں سامنا ہے خطا و ثواب کا

۱۳۲

سفاک نے وہ کھینچ کے لایا جو تا بگوش
دریائے قہر حق کو ہوا اسطرف بھی جوش
چمکی جو برق تیغ تو بھاگا وہ درع پوش
چٹکی سے زہ چھٹی تو اڑا سر سے تاج ہوش
تیر پھر گیا شقی کا بلا سر پہ آ پڑی
کٹ کر کمان تیر کے سینے پہ جا پڑی

١٤١

لو کھنچ گئی وہ میان سے تلوار ادھر ادھر
دو بجلیاں ہیں رہیں شرر بار ادھر ادھر
پیہم سر و سپر پہ رکنے لگے وار ادھر ادھر
بڑھتے ہیں اور ہٹتے ہیں رہوار ادھر ادھر
ہیبت میں قاف قاف ہیں گردوں کے شیم کے
تھم تھم کے آتی جاتی ہیں جھونکے نسیم کے

١٤٢

سمار و براق ہے کہ دو ہن کا بنا ہوا ہے
بجلی کا کیا اُتار ہے اور کیا چڑھاؤ ہے
پانی پہ یہ حباب وہ دریا پہ ناؤ ہے
آفت کا جزر و مد ہے غضب آؤ جاؤ ہے
پیچھے بڑھے کہ آفتاب سرگرم سیر ہیں
سرعت میں ہیں یہ ہیں جو تیر تو اُڑتے ہیں طیر ہیں

١٤٣

دو تو طرف سے چلنے لگے تو غضب کے وار
بڑھتے ہیں تن کے یہ تو وہ کرتا ہے رد کے وار
ناگہ ہار کاٹتے ہیں بے ادب کے وار
لیکن ہیں ان کے وار امیرِ عرب کے وار
بڑھ جاتے ہیں یہ جب تو وہ ہٹتا ہے حرب میں
ٹکڑے زرہ کے اُڑتے ہیں ایک ایک ضرب میں

١٤٤

روباہ وہ یہ شیر ہیں دشتِ قتال کے
تیور ہیں سب یہ طورِ علیؑ کے جلال کے
قربان ضربِ قاسمِ یوسف جمال کے
پرکالے اُڑ رہے ہیں سپیہ روی کی ڈھال کے
ظلمت زدہ یہ تیغِ ظفر احتشام ہے
غل ہے کہ دو سپر کا بھی دورہ تمام ہے

۱۴۹

قاسم کو دھیان آیا کہ تھا گا یہ پُرغرور
گھوڑا اڑا کے ہٹ گئے کچھ مُڑ کے دو دور
غالب یہ مرا دو عیب یہ سمجھا وہ بے شعور
تا فہم کی یہ فہم غلط میں کا تھا قصور
آ پہونچے تھے قریب اجل بد صفات کی
سمجھا نہ یہ کہ شیر نے پیچھے سے گھات کی

۱۵۰

خولی نے دی صدا کہ اُڑا جلد یہ سوار
پیپا ہوا ہے خوف سے تیرے یہ نامدار
قاسم نے ٹھہرا جو ادھر سے وہ نابکار
آیا قریب شیر کے تھا گا ہوا شکار
دب کر لیے گا اب سر ہوار کے تیغ
لینے آئی موت پیچ کے تلوار سے

۱۵۱

دیکھے جو اوس نے غیظ میں تیور جناب کے
چاہا کہ پھر فرار ہوں گھوڑے کو داب کے
قربان جرأت خلف بو تراب کے
تلوار الٹی فرق پہ خانہ خراب کے
ہٹ کر پسر کی سر پہ ہزار آن آڑ کی
کیا چوٹ کی کہ اڑ گئی چوٹی پہاڑ کی

۱۵۲

صدقے علی عالی اعلیٰ کے نام کے
پھینکا ہوا یہ اوسکو کمر بند تھام کے
اوٹھا اوٹھا کے گر زمیں سے قدم خوشخرام کے
ڈر کر جوان بیٹھ گئے فوج شام کے
اک شور تھا یہ زور ہے خیبر کشا کا زور
پہونچا ہے ہاتھوں ہاتھ امین مرتضیٰ کا زور

۱۵۷

اک سینہ و تن ہزار کی یلغار ہائے غضب
چاروں طرف سے تیر و تبر کی بوچھاڑ ہائے غضب
ڈھالوں کا ابر اٹھا ہے دھواں دھار ہائے غضب
تلوار پہ چمکتی ہے تلوار ہائے غضب
نرغہ ہے دلبر حسن بے زرہ پوش پر
برچھی کی سب گھٹا ہوئی برچھیاں ہیں دوش پر

۱۵۸

تیغوں سے چاک چاک ہے سب پیارہ کا لباس
ڈوبا ہے خوں میں سر سے قدم تک وہ حق شناس
وہ دن وہ زخم اور وہ سولہ پہر کی پیاس
ہے سامنا اجل کا مطلق نہیں ہراس
گردن نہ خم عشق آتا ہے اس تشنہ کام کو
دو لب یہ چاہتے ہیں پیمبر کے سلام کو

۱۵۹

رہ رہ کے خوں ٹپکتا ہے ہر بار ہاتھ سے
زخمی ہیں نکل جاتی ہے تلوار ہاتھ سے
اب کیا کریں شیر دیں بیکار ہاتھ سے
چھوٹی عنان اسپ وفادار ہاتھ سے
خوں پی گیا جہان سے منہ موڑنے لگے
گر کر زمین گرم پہ دم توڑنے لگے

۱۶۰

سر کاٹنے اودھر سے بڑھے فوج کے سوار
دوڑے ادھر سے شاہ علم کر کے ذوالفقار
تھے ساتھ ساتھ اکبر و عباس نامدار
دہشت سے تن میں شیروں کے کانپے جفا شعار
مجروح و ناتواں کا عجب حال ہو گیا
گھوڑوں سے جسم پھول سا پامال ہو گیا

۲۱

۱۶۱

جب دم قریب لاش کے پہونچے شہ زماں
دیکھا کہ آنکھیں بند ہیں خون تن سے ہے رواں
ثابت نہ کوئی عضو نہ سالم ہیں استخواں
ٹاپوں سے چور دونوں طرف کی ہیں پسلیاں
برچھوں کے ہیں نشان تن چاک چاک پر
گردن ٹوٹی ہے پاؤں رگڑتے ہیں خاک پر

۱۶۲

رونے لگے امام یہ دیکھ کے یہ حال
لاشہ اٹھا کے لے چلے آخر بصد ملال
اک دو قدم بڑھا تھا رسول خدا کا لال
ہچکی جو آئی مر گیا ہے وہ خوش خصال
گود میں شہ کی پھول سے کمھلا کے رہ گئے
بازو لہو بھرے ہوئے تھرا کے رہ گئے

۱۶۳

فضہ نے دیکھا شہ کو جو آتے ہوئے ادھر
پہنچے کے صحن سے یہ پکاری بچشم تر
بیبی عروس سی ہو ہشیار و باخبر
ڈیوڑھی تک آئے ہیں مادر نوشاہ نامور
پاؤں سے ہیں نڈھال قدم لڑکھڑاتے ہیں
مسند بچھاؤ دولہا کو شبیر لاتے ہیں

۱۶۴

حالت ہی غیر غم سے شہ خوش خصال کی
ہے ہے جوانی قاسم یوسف جمال کی
پوشاک خون سے سرخ ہے اس نونہال کی
او برات دیکھو شبیر کے لال کی
رونے کا شور حجرے پہ چھاتا ہے صاحبو
دولہا چچا کی گود میں آتا ہے صاحبو

۱۶۵

دوڑے حرم ادھر سے کھلے سر برہنہ پا
خیمے میں لائے لاش شہنشاہ کربلا
ناموس میں قیامت کبرا ہوئی بپا
واقاسما کی چیخ پہ جانے لگی صدا
بہنیں قریب آگئیں آنسو بہانے کو
پھیلائے ماں نے ہاتھ گلے سے لگانے کو

۱۶۶

منہ تک اٹھا کے رب حرم پاک نوحہ گر
لاشہ لٹا کے رونے لگے شاہ بحر و بر
عباس پیٹنے لگے ہاتھوں سے اپنا سر
اکبر نے پاس رکھ دیا سہرا لہو میں تر
تغیر حال مادر غمناک ہو گیا
سینے کے زخم دیکھ کے دل چاک ہو گیا

۱۶۷

لاشے کے گرد پھر کے پکاری وہ خستہ حال
ہائے یہ کیا ہوا حسین اے مرے نونہال
ہائے مری کمائی پہ یوں آگیا زوال
ہائے یہ ہوئی پہ دست حنائی لہو سے لال
میں سوگوار رہ گئی دنیائے زشت میں
وہ گھر تباہ کر کے سدھارا بہشت میں

۱۶۸

پردے میں رو رہی تھی جو دولہن با صد اضطراب
غش ہو کے بیٹھی گویا جگر کباب
بولی یہ پڑھ کے خواہر شاہ فلک جناب
لاؤ دولہن کو لاش پہ اب کیسا حجاب
زخموں سے چور چور تن زار دیکھ لے
دولہا کا اپنے آخری دیدار دیکھ لے

حال حضرت شہادت و رزم و بزم پسران جناب زینب صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا

مصنفہ جناب میر نفیس اعلی اللہ مقامہ

مطبوعہ نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

مرثیہ ۱

کیا جگربند شہنشاہ رسالت کو ملے
کیا خوش اقبال پسر خلق میں حضرت کو ملے
کیا ستارے فلک برج نبوت کو ملے
کیا نواسے بخدا مالک جنت کو ملے
روز و شب اہل زمیں اہل فلک روتے ہیں
آجتک جنکو جن و انس و ملک روتے ہیں

۲

حیدر و سیدۂ لولاک کے پیارے دونوں
عرش اعظم کے درخشندہ ستارے دونوں
اور حق فاطمہؑ کے راج دلارے دونوں
ہم گنہگاروں کی بخشش کے سہارے دونوں
حب سبطین نبی حشر میں کام آئے گی
خلد میں اونکی ولا کھینچ کے لے جائے گی

۳

جان زہراؑ دلی آپ امام ابن امام
ان پہ اللہ نے بھیجا ہے درود اور سلام
کیا اونھیں خوف قیامت کا وہ اونکے ہیں غلام
ہوگا آغاز سے ایک ایک کا بہتر انجام
اہل محشر تو یہیں بھیجے کا ہلکا بھاری
ہوگا میزان میں ہمیں اونکا پلا بھاری

۴

عدل میں بذل میں ہمتائے رسول عربی
فضل میں اہل عرب ہاشمی و مطلبی
زور و طاقت میں علی شوکت و ہمت میں نبی
رونق ہر گل گلشن عالی نسبی
جد و آبا کے مناقب انہیں حاصل ویسے
سب بزرگوں کے مراتب انہیں حاصل ویسے

۵

راہ بر راہ نما راہِ الٰہی کے شہید
حامیِ خلقِ خدا شیفتۂ ربِّ مجید
عشق اُنکا ہو تو کہلائے دو عالم میں شہید
حورِ عین کی چمنِ خلد میں آنکھوں کو نوید
سایۂ طوبیٰ کا ملے قربِ شہنشاہ ملے
لطفِ ہمسایۂ پیمبر ذی جاہ ملے

۶

رتبۂ شبّر و شبیر ہے عالم پہ عیاں
عزتِ کعبۂ ایمان شرفِ عالمیان
دوشِ احمد کے مکین بادشہِ کون و مکان
ہو مجسّم موروثِ میراثِ رسولِ دو جہان
عہدِ احمد انھیں تابوتِ سکینہ پہونچا
ان کو سب علمِ نبی سینہ بسینہ پہونچا

۷

دونوں ذیشان بہارِ چمنستانِ بہشت
دونو ذی رتبہ و سردارِ جوانانِ بہشت
روح و ریحانِ جنانِ شمعِ ارم جانِ بہشت
لونڈیاں حوریں غلام انکے ہیں غلمانِ بہشت
سلطنت باپ سے بھی اور دو نانا کی پائی
دونو شہزادوں نے شاہی دو جہاں کی پائی

۸

قرۃ العین علی فاطمہ کے نور العین
دونوں فرزند وہ ہیں سبطِ شہِ بدر و حنین
دو نگینے ہیں جہاں دونو امیرِ کونین
مثل انکے نہ حسن پاک ہیں مثل اونکے حسین
انکا رتبہ ہے جو اعلا تو فضیل انکا ہے
ورنہ مثل انکا ہے کوئی نہ عدیل انکا ہے

۹

وہ قمر ایک ہے خورشید رسالت کے یہ ہیں
وہ گہر ایک ہے دریائے امامت کے یہ ہیں
ایک ہے سرو گلستان کرامت کے یہ ہیں
ایک ہے لال بدخشان شرافت کے یہ ہیں
پائی اسلام نے زینت انہیں دونوں کے سبب
رہ گئی دین کی عزت انہیں دونوں کے سبب

۱۰

رنگ سے کفر کے آئینۂ حق صاف کیا
دین احمد کا عمل قاف سے تا قاف کیا
خار بدعت سے رہ شرع کو شفاف کیا
نصفت و عدل کو سے تازہ وہ انصاف کیا
مثل شب دن بھی ہر اک چشم میں کالا ہوتا
پھر اندھیرا تھا جو ان کا نہ اُجالا ہوتا

۱۱

جلوہ پایا کہ جو تھی شکل رسولان سلف
باپ سرتاج امم شیر خدا شاہ نجف
والدہ وہ کہ ہوئے مریم و حوا کا شرف
کس مرسل کو ملے ایسے نہ ذیشان خلف
مالک فخر تھے عالم ہی عالم میں ہوئے
افتخار بنی آدم ہی عالم میں ہوئے

۱۲

دونوں پاکیزہ و دونوں قدر دونوں ذکی و معصوم
دونوں مغموم و ستم دیدہ ہیں دونوں مہموم
دونوں دکھ درد کے مارے ہوئے دونوں مظلوم
خنجر کیں سے یہ مذبوح ہوئے وہ مسموم
امن پایا نہیں امت کی نہ سر تابی سے
ہوئے پانی سے یہ بیجان وہ بے آبی سے

جان

۱۷

ان کے ماتم تو نہیں بڑھ کے کسی کا ماتم
ان کا ماتم ہے رسول عربی کا ماتم
ان کا ماتم ہے محمد کے وصی کا ماتم
ماتم ان دونوں کا ہے بنت نبی کا ماتم
احمد و فاطمہ و شاہ عرب کو روئے
ان کے ماتم میں اگر روئے تو سب کو روئے

۱۸

مجملاً ذکر محمد کے نواسوں کا یہ تھا
اب علی کے بھی نواسوں کا سنو حال ذرا
دونوں ذی رتبہ و ذی عزت و اہل وفا
جان نثار جگر و جان جناب زہرا
دو تر و تازہ ثمر یہ بھی اوسی باغ کے ہیں
ایک سے دو گل تر یہ بھی اوسی باغ کے ہیں

۱۹

ہاشمی مطلبی برج شرافت کے قمر
شجرے اک بیج کے دو میوۂ باغ حیدر
لعل عبد اللہ ذی قدر کے پاکیزہ گہر
راحت جان و دل فاطمہ زینب کے جگر
ہیں جگر بند رسول عربی کے یہ بھی
دونوں رشتوں سے نواسے ہیں علی کے یہ بھی

۲۰

جگر و جان علی جعفر و زینب کے خلف
صدف بحر جلالت کے گہر در نجف
بھانجے شبر و شبیر کے اتنا ہے شرف
ہاں وہ ہیں جنکا ہے صدق فخر رسولان سلف
جو ہے بیمثل ہر ایک انکا یگانہ ایسا
جسکے سردار محمد ہیں گھرانا ایسا

مثل

۲۹

شان وہ دونوں کی وہ دبدبۂ خلق و کرم
گھر میں جاتے تھے بہم اور نکلتے تھے بہم
ادب و حلم میں مانندِ شہنشاہِ امم
وہ تہوّر وہ شجاعت وہ مروّت وہ حشم
سب کو ہوتا تھا گماں حق کے ولی کو دیکھا
جس کو دیکھا وہ یہ سمجھا کہ علی نے دیکھا

۳۰

دونوں کس خوبی سے چورنگ لگانا سیکھے
دونوں تیار ہوئے سیف چلانا سیکھے
گھات سے اٹھ کے پلٹ کر نکلنا سیکھے
گھاتیاں سیکھ کے جو ہاتھ بچانا سیکھے
ہاتھ بدلا تو جگر دار کے دل ٹوٹ گئے
جب لڑے چھوٹ پٹیتوں کے بھی جی چھوٹ گئے

۳۱

شہسواری کا بھی سب علم و ہنر یاد کیا
روح کو صاحبِ دلدل کی بہت شاد کیا
جس کو چھوٹے نے چاہا اوستادوں نے ارشاد کیا
یا کہ اپنی ہی طبیعت سے کچھ ایجاد کیا
وہ بڑے اور بڑے جنگ کے مشتاق ہوئے
طاق و مشتاق ہوئے شہرۂ آفاق ہوئے

۳۲

گھر میں آتے تھے جو وہ بنتِ علی کے دلبند
کرتے تھے دونوں پہ عباس دلاور اسپند
عرض کرتے تھے بہن سے نہیں پہونچے گزند
صورتِ جعفرِ طیار ہو نام ان کا بلند
آپ کے نورِ نظر عیش میں محفوظ رہیں
نظرِ بد سے زمانے میں یہ محفوظ رہیں

۵۷

راہِ خالق مین خوشی سے جو کئے ہاتھ فدا
ہاتھ آیا یہ شرف اور یہ پایا رتبہ
ہوے سرسبز کہ دو پر ہوے سبز اونکو عطا
پست تر اوجسے اون کے ہوا اقبال ہما
سیر سے خلد کو ہمتا کیا کرتے ہین
باغ فردوس مین پرواز کیا کرتے ہین

۵۸

مان سے کہتے تھے یہ تب بنت علی کے دل و جان
ہم بھی جعفر اعلیٰ کے ہین کیون امان
ہم کو آقا سے ولا دوگی محمد کا نشان
بیشک وزنا ہی مین یہ امر نہین کچھ آسان
حکم خالق سے مگر بات کو آگے نے کیا
وہی حضرت بھی کرینگے جو محمد نے کیا

۵۹

لائق اس عہدے کے جو ہوگا وہ پائے گا علم
چھوٹے چھوٹے ہو تمہارے نہین لائق یہ علم
قد مین کمسن ہین کم زور ہین کم عمر ہین تم
دوسرے دین پہ پڑا ہو جو کڑا وقت تو ہم
شیر حق کہہ گئے ہین یہ نہ کسی کو دینا
ہم نشان فوج کا عباس علی کو دینا

۶۰

پانچ باتین ہون تو ملتا ہے علم کا عہدہ
ایک یہ زور شجاعت مین ہو لشکر سے سوا
دوسرے یہ کہ جوان ہووے قوی تر ہون قوا
تیسرے یہ کہ علم لیکے کرے سب سے وغا
چوتھے یہ ہو کہ نشان اوسکے نہ جھک جاتے ہین
پانچوین یہ کہ قدم بڑھکے نہ رک جاتے ہین

۶۱

تا ہو وہ جرار علمدار جنود اللہ
رعب ہے جسکی لرز جائے مخالف کی سپاہ
جائے یہ خوف و خطر چار طرف کر کے نگاہ
پہونچے وان جائے جہانتک ہو دشمن کی پناہ
ایک غازی ہو تو لشکر کا قدم ہٹ جاتا ہے
فوج تب بھاگتی ہے جب کہ علم بڑھ جاتا ہے

۶۲

کچھ علم ہی نے بڑی یہ نہیں قدر انسان
آپ ایسا ہو بہادر کہ ہو توقیر جہان
نام اسمین ہے کہ جیسے ہوں جری شادمان
تم تو خود دیں قتل و دل ہو سمجھ لو پہچان
ہاتھ میں تیغ دو دم لیکے وغا کرتے ہیں
یا فقط ایک علم لیکے وغا کرتے ہیں

۶۳

آخر کار جنگ محمد کے تو لے سے اگر
پہلے تم کیجیو تلواروں میں سینوں کو سپر
جنگ سر کر کے پھر آگے تو ہے سبکا ہنر
مر گئے گر تو بلا فرق ہے عباس و جعفر
یوں لڑو تم کہ تڑپتی رہیں عدو کی جانیں
فوج بھی پیچھے علمدار بھی پیچھے رہ جائیں

۶۴

ہے شجاعت کو نکالنا خون میں بھرنا پیارو
راہ حق میں یہی مزا سر سے گذرنا پیارو
یان عبادت ہے وفا آقا کی سے کرنا پیارو
جو ہر مرد ہے تلوار سے مرنا پیارو
شیر و شیروں کے ہو فضل خدا سے تم تو
بیٹے جعفر کے علی کے ہو نواسے تم تو

شہ

۶۵

شہ پہ صدقے ہو عالم کیا ہے یا نبی سے
نور دکھلا دو وہ اپنا کہ زمین رنگی سے
حق سے بواسطہ محمد کی غلامی کے صلے
لا الہ سان جسم پہ ایک گل امید کہا
خوش ہوں میں تازہ و نر گلشن اسلام ہے
کام ایسا تو ہو جاتا ہے ابد نام ہے

۶۶

جیسے وہ نانی ہیں فرزند و شہ وہ جو اثر شاہ
جو ہم کرو دونوں پہ ہیں کہ یہ کہ انشاء اللہ
ہاں یہی ہو بنگالے والدہ عالی جاہ
حسن ہیں دل میں ہیں جو اوٹے صدا ہو آگاہ
وہ گھڑی آئی جب تو نے کہ پھل کھائینگے
پہلے آقا پہ تصدق ہمیں ہو جائینگے

۶۷

کہا زینب نے کہاں دو ہو تم نیک صفات
وقت پر پھول نہ جانا اگر اس وقت کی بات
اب ہو کرتے ہیں تیار ہی درجات
عرض کی دیکھی یہ گاہو بائی سے حیات
ہم نہیں ایسے کہ تلوار بچا کر نہ مریں
دو وجہ بخشیں نہ ہمیں آپ جو اظہار نہ مریں

۶۸

سنکے یہ رو پڑیں خستہ شاہ مردان
پھر گیا قتل کا آنکھوں کے تلے سب سامان
آہ کی دل سے اور آنسو ہوئے چہرے پہ رواں
کہا بیٹوں سے کہ تم دونوں کے صدقے قربان
غم اوٹھانے کیلئے فاطمہ کی جائی ہے
یوا سے آرام کرو رات بہت آئی ہے

کہا ہم

۱۷۳

لشکر شہ کی طرف تیر ستم آنے لگے
رفقا آپ کے لے لے کے رضا جانے لگے
اپنی جانبازیاں جنگاہ میں دکھلانے لگے
زخم نیزہ و تیر و تیغ و سناں کھانے لگے
رتبے شمشیر جگر داری پہ جراروں کی
آہیں آنے لگیں ڈیوڑھی پہ نمک خواروں کی

۱۷۴

شہ نے بانفس نفیس آپ اٹھائے لاشے
اپنی آغوش میں احباب کے لائے لاشے
خوں میں تر سر سے قدم تک نظر آئے لاشے
قبلۂ روح نے گنج شہیداں میں لٹائے لاشے
کوچ ایک ایک دو دو میں ہر اک شیفتوں کا ہوا
خاتمہ ظہر تلک سارے رفیقوں کا ہوا

۱۷۵

ہے یہ احوال کہ اک اک کا غم کھاتے ہیں
دیکھ کر چرخ کو اشک آنکھوں میں بھر لاتے ہیں
نام لے لے کے ہر اک دوست کو چلاتے ہیں
دل کو تھامے ہوئے جھک جھک کے یہ فرماتے ہیں
تشنہ و بیکس و مظلوم سے منہ موڑ گئے
بھائیو عالم غربت میں ہمیں چھوڑ گئے

۱۷۶

ابھی جیتے تھے ابھی مر گئے تم ہائے غضب
ابھی پھرتے تھے زمیں پر ابھی بیجان ہو سب
ابھی آپس میں سخن کرتے تھے اب بند ہیں لب
جاگتے تھے ابھی یہ کیا ہے کہ نیند آگئی اب
فوج بڑھ آئی ہے بیدار نہیں ہوتے ہو
دھوپ میں پاؤں کو پھیلائے ہوئے سوتے ہو

۸۵

نامہ آور صفت جعفر طیار ہوئے
پہلے اور دوں سے تہیں مرنے پہ تیار ہوئے
بیچ کر جان شہادت کے خریدار ہوئے
نام سے اوج کے آقا سے طلبگار ہوئے
دل میں ارمان تھا کہ دادا کا حشم کھولے
تھا اسی عزم پہ خواہاں کہ علم کو ہولے

۸۶

سب نے مسلم کے یتیموں کی شجاعت دیکھی
وہ بھی کم سن تھے مگر دونوں کی جرأت دیکھی
جا کے دو لاکھ پہ حملے کی صولت دیکھی
صدقے کس پیاس میں تیغ زنی ہمت دیکھی
سب سے تنہا نہ رکے میدان ستم میں پہنچے
پیچھے ہم رہ گئے وہ پہلے ارم میں پہنچے

۸۷

یوں وفادار وفاداریاں دکھلاتے ہیں
اپنے سردار کے یوں کام آ جاتے ہیں
منہ پہ یوں نیزہ و شمشیر و سناں کھاتے ہیں
مر کے یوں آتے ہیں یوں جنت میں چلے جاتے ہیں
سرخرو ہوتے ہیں یوں جو تن اپنے کٹاتے ہیں
جو ہیں سادات وہ اس طرح وغا کرتے ہیں

۸۸

سن چکے سب شہ مرداں کی لڑائی کا بیان
چچا دادا کی بھی جرأت کا ہوا حال عیاں
میں ہوں اون شیر کی بیٹی جو ہیں شیر یزداں
سب میں بے وصل جو ہیں فتح تھی اللہ کے ہاں
لاکھ مجمع ہو تو دو دن کا بھلا دل کیا ہے
مار لینا ستم ایجادوں کا مشکل کیا ہے

۹۷

پاؤں پہ گرنیکا انکے ہو یہ منشا مرم
کہ یہ سر اب ہوں نثار قدم شاہ امم
بسکہ سرور یہ پیر قتل ہوں اور دیکھیں ہم
کھینچتا ہے کوئی بچے کو سوئے فوج ستم
نہ چھوٹیگا میں یہ ہر دو بچھڑ جائینگے
دو گہر ان دو لڑیکے مرے سے اوجڑ جائینگے

۹۸

ہمارا نبیرے کہ اب ہمیں نہ کیجیے انکار
آپ پہ انکو فدا کرتی ہے یہ سینہ فگار
ہمراہ نسے کوئی فتنے اور نہیں ہر نثار
رو نہ کیجیے مرا ہر یہ کہ ہیں بے نادار
آپ بچ جائیں تو بچے بھی یہ گھڑی صدقے
جان میری بھی تصدق یہ سر بھی صدقے

۹۹

شہ نے فرمایا قدم پیٹ اوٹھاؤ پیارو
نور رضا راہ الہی میں سر و تن وارو
آؤ چھاتی سے لگاؤں تمہیں اے دلدارو
پوچھو اشک یہ آنکھوں سے اے عرش خدا کے تارو
ہو دل آزردہ نہیں بھی تو ذرا عذر کرو
ماں کی جان کو سمجھاؤں میں کیا عذر کرو

۱۰۰

آہ قسمت میں جو لکھا ہے وہ ہوتا ہے ضرور
کیا کروں نیت علی کو بھی یہی ہے منظور
آج ہو جائینگے سب نور نظر آنکھوں سے دور
فتح ہوگا تن تنہا یہ غریب و رنجور
لاش اوٹھانیکو کوئی دوست نہ پیارا ہوگا
جسم سب گھوڑوں سے پامال ہمارا ہوگا

۱۰۱

ہائے یہ چھاتی تھی دونو کو لگایا کئی بار
گرد پھرنے لگے آقا کے وہ دونو جرار
ہائے رخصت ہوئے جس وقت کہ وہ گلرخسار
جوش الفت سے رہا دل کو نہ زینب کے قرار
رو کے لپٹے جو قدم سرور دین تھاما
غش ہوا آنے لگا بانوئے حزین نے تھاما

۱۰۲

بیٹے وہ ماں سے جو مرنے کو وہ دلدار چلے
غل ہوا اتر دو بہن ہے یہ نہ چھوٹے پہلے
ماں کی آغوش میں کس ناز سے بچے پلے
ہائے اب تیغوں نے کٹ جائیں گے بچوں کے گلے
گلشن حیدر و جعفر پہ خزان آتی ہے
موت نہر اکے نواسو کو لے جاتی ہے

۱۰۳

ماں پکاری کہ میں قربان ہٹ جاؤ ذرا
واری اولجھی ہیں یہ زلفیں انہیں سلجھاؤ ذرا
مڑ کے پھر چاند سے چہرے مجھے دکھلاؤ ذرا
گرد تم دونو کے پھر لوں یہیں ادھر آؤ ذرا
بچو اسی میں دعائیں بھی نہ دینے پائی
رخ کی جلدی میں بلائیں بھی نہ لینے پائی

۱۰۴

کہہ کے یہ بیٹوں کے پاس آئیں بچشم خونبار
چوم کر ماتھوں کو جھک جھک کے لیا دونو کو پیار
خشک لب ہائے جو بچوں نے دکھائے کئی بار
رو کے فرمایا کہ اس رنج کو سمجھی ہیں نثار
تشنہ ہیں ہوتے ہو فدا مرنے کا وسواس نہیں
دودھ بھی بخشا ہے تمہیں پیاس نہیں

۱۱۳

یاں قرابت میں قرین شہِ خدا ہے دو نو
عشق رکھتے ہیں یہ شاہِ دوسرا سے دو نو
بھولنا ایسے نہ ہرگز کہ ہیں پیارے دو نو
بھانجے شہ کے علیؑ کے ہیں نواسے دو نو
نیزہ داروں نے ڈرین گے نہ کمانداروں سے
آگ برسائیں گے لشکر پہ تلواروں سے

۱۱۴

ہاں سرک جاؤ کہ دو شیرِ وغا آتے ہیں
غیظ میں جانبِ اربابِ جفا آتے ہیں
دو جگر بندِ شہِ قلعہ کشا آتے ہیں
پیچھے لیے ہوئے اہلِ وفا آتے ہیں
چہرۂ نور سے ہے عیاں قہرِ الٰہی دیکھو
فوج کی ہوگی گھڑی بھر میں تباہی دیکھو

۱۱۵

مورچے فوجِ یزیدی کے بندھے چار طرف
برق تیغوں کی چمکنے لگی جمنے لگی صف
بل گرجنے لگے بجنے لگے نقارہ و دف
تیر آنے ہی لگے تھے کہ جعفر غازی کے خلف
دیکھ اٹھا غضب زور ادھر گھٹنے لگے
ہاتھ قبضوں پہ جو ڈالے تو پرے ہٹنے لگے

۱۱۶

پر تنے میان سے دونوں نے برابر کھینچے
اوڑھ کے دو شعلوں نے بالائے فلک سر کھینچے
جو قوی دست کہ بڑھ آئے تھے خنجر کھینچے
جنگ سے ہاتھ اوٹھا ہی نہیں لوگوں نے ڈر کر کھینچے
زعم تھا دوستی اعدا سے سفر کھینچیں گی
نہ خبر تھی کہ اجل سوئے سقر کھینچے گی

۱۱۷

مثل حیدر صف اول پہ وہ صفدر آئے
تیغ زن لڑتے ہوئے آئے تو برابر آئے
یوں وہ چالاک سمند و نکو اور ظفر لائے
مثل شمشیر دو دم نعل سم ان پر لائے
غل تھا کہ بجلیں یہ نہیں اختر پر ضو چمکے
چار ادہر چار ادہر آٹھ سم نور چمکے

۱۱۸

وار دو تیغ کے چلنے لگے دو جانب
جسم دو بجلیوں سے جلنے لگے دو جانب
دست افسوس شقی ملنے لگے دو جانب
کھیت میں نخل ظفر پھلنے لگے دو جانب
غل تھا وقت یہ آگیا سر تن سے قلم ہونے کا
عمر آخر یہ ملا حکم خسر ہونے کا

۱۱۹

زندگانی کی زراعت پہ چلا دست اجل
فتح پر عامل نصرت نے کیا اپنا عمل
قطع تر دو میں ہم پا تکا پڑا تھا یہ دخل
جب ہوا جان کا نقصان تو ہوا فتح میں بل
یوں کوئی دشت نہ اشقیوں سے پامال ہوگا
اسطرح بھی نہ کوئی کھیت کٹا ہوگا

۱۲۰

دونو جانب جو بھرے تھے وہ ہوئے دل خالی
خون یہ برسا کہ ہوئے شام کے بادل خالی
پہلے ہی وار میں بس تھی صف اول خالی
کردیا شیروں نے دو ہاتھ میں جنگل خالی
زندگانی سے دم جنگ جدا شیر ہیں
شیر کو صید جو کر لیتے ہیں وہ شیر ہیں

۱۲۱

واہ ری چھوٹے سے لڑکوں کی لڑائی دو جا
حیدر و روح حسین ہوتی تھی جدائی دو جا
تھے کمر بستہ صفوں کی تھی صفائی دو جا
غضب و قہر کی تھی جنگ نمائی دو جا
دونو چالاکی سے منہ پہ چڑھے جاتے تھے
صاف کرتے ہوئے لشکر کو بڑھے جاتے تھے

۱۲۲

تب ایک ایک کو مزا شعبدہ بازی کا ملا
زخمی راکب کا پتا اور نہ تازی کا ملا
بعوض نقش شہنشاہ حجازی کا ملا
اڑ گئے ہاتھ پہ پھل دست درازی کا ملا
دونو ساعد تھے قلم ہو گئے دستے قلم
سر قلم پاؤں قلم ہاتھ قلم شانے قلم

۱۲۳

بھر دیا زخمیوں نے قتل کا میدان چپ و راس
خاک پہ ڈھیر سر و تن تھے نمایاں چپ و راس
راستے بند تھے تھا حشر کا ساماں چپ و راس
سارا مجمع تھا ہراساں و پریشاں چپ و راس
ادھر اک سطر نہ صف راست تھی تیغیں تھیں
راس و چپ کیوں نہ گریں مرد وغا تیغیں تھیں

۱۲۴

جس طرف تیغوں کو چمکا کے وہ ضرغام آئے
بڑھ کے منہ پر نہ یلان سپہ شام آئے
سر پہ جن جن کے نظر صورت صمصام آئے
طائر روح یہ سمجھے کہ تہ دام آئے
قاطع رشتہ جاں و رگ و پے وہ یہ تیغیں تھیں
دست صیاد اجل تھا کہ وہ تلواریں تھیں

خونیں

۱۲۵

خوں میں تر لوٹ رہے تھے ہر ایک ریش و پیش
فرق پر پہنچی تھی موت کا ان کے پیش و پیش
خوف سے کہتے تھے ہٹنے میں لا ویں درویش
ہر جگہ مردے پہ مردے تھے برابر پیش پیش
روح کب ہوتی ہے واپس کہ تو پیش آیا
منہ پہ ورطہ گیا دوزخ کا یہ پیش آیا

۱۲۶

لب سوفار کو چلے سے ملانے نہ دیا
ہاتھ ٹوٹے میں زبانوں کو بھی ہلانے نہ دیا
رنگ اوس فوج میں ہمت کو بھی جانے نہ دیا
ڈھال کو دشمن کے قریں ہاتھ سے لانے نہ دیا
کر دیا جنگ میں بیکار ستمگاروں کو
یوں سزا ملتی ہے دنیا میں سیہ کاروں کو

۱۲۷

کر دیا بڑھ کے صف اہل دغا کے ٹکڑے
ساتھ بکتر کے اوڑے تن کی قبا کے ٹکڑے
تھے زمیں پر جسد اہل جفا کے ٹکڑے
دست بازو و سر و گردن و پا کے ٹکڑے
دیکھنے والوں کا بسمل دل بیتاب بنا
صفحہ دشت بلا تختہ قصاب بنا

۱۲۸

خوف میں کوئی سا تیج آرہ دو چارہ نہ تھا
خاک پر کون سی جا کشتوں کا پشتارہ نہ تھا
ان کو ہی جو نہ بسے جوشن کو بھی کچھ چارہ نہ تھا
جسم میں کونسا چار آئینہ صد پارہ نہ تھا
کاٹ میں موم سے کم گرز گراں سر جاتا
چاک کر دینے میں بکتر کو بلک تر جاتا

۱۲۹

جو دیکھا تھا وہ سب جنگ کا فن دکھلایا
سروساماں فراق سرو تن دکھلایا
اُسنے جعفر کی لڑائی کا چلن دکھلایا
اسنے انداز شہ قلعہ شکن دکھلایا
کہیں بازو کہیں ساعد کہیں سر گرتے تھے
صید کرتے ہوئے وہ شیر پڑے پھرتے تھے

۱۳۰

مر سوار ایسے کہ گھوڑوں کے قلم پاؤں کیے
تیغ سی زیر و زبر کفر کے سب گاؤں کیے
صید پر جا تیمن شیروں کی طرح داؤں کیے
فرق پر انکے ظفر و صوب مین تھی چھاؤں کیے
ہر طرح سایۂ جرأت مین برومند یہ تھے
کیوں نہوں ظل الٰہی کے جگر بند یہ تھے

۱۳۱

کاسہ سر پر خاک تھی تشکل کشکول
یہ صف الٹی ہوئی زمین وہ پرا غالیت غول
جنس جان گرچہ گران تھی پہ بکی تھی بے مول
کیا کم و بیش کہ تھی موت کے بازار کی تول
جسم کے بار گرے زیست کے رستے چھوٹے
بھاگ کر بچ گئے جو لوگ وہ سستے چھوٹے

۱۳۲

پٹ گیا غولوں نے میدان بلا دم بھر میں
خون سے خاک کے دامن کو بھرا دم بھر میں
صاف کانٹوں سے کیا دشت وغا دم بھر میں
فوج باغی پہ کیا اپنا عمل دم بھر میں
اوکھڑے پاؤں صف لشکر کیں کانپ گئی
حکم پچھتایا یہ بیٹھا کہ زمین کانپ گئی

۱۳۳

کبھی نکلے کبھی لشکر میں در آئے وہ ضیغم
خون پیا کبھی اعدا کا کبھی لے لیا دم
فوج سے گاہ جدا ہو کے لڑے گاہ بہم
کبھی تیروں کو کبھی گرز یا نیزوں کو قلم
جعفر و شیر خدا کا نہ طریقہ چھوڑا
جنگ میں کوئی نہ گوشہ نہ دقیقہ چھوڑا

۱۳۴

دونوں بچوں نے دلیران جہاں کانپتے تھے
ذکر کیا فوج کے پیر و بچے جوان کانپتے تھے
دل بہادران کا کانپتے تھے ہاتھ عیاں کانپتے تھے
برق میں ڈر سے لرزتی تھیں نشان کانپتے تھے
شور تھا تو نہیں پھرتے ہیں دوڑتے دونوں
ہیں یہ جعفر سے علمدار سے لڑتے دونوں

۱۳۵

تیغیں آرے ہوئے جس غول پہ جا کر جھکے
جنگ کے سر جو چھپے تھے سو سے زمیں آ کے جھکے
بھالے اونچے تھے جو لشکر میں وہ بل کھا کے جھکے
جو علم تھے سر خاک وہ تھرا کے جھکے
قلب اوس فوج کا ایک آن میں زبردست کیا
اوج کو لشکر کفار کے یوں پست کیا

۱۳۶

چھین کر اونکی نشانوں کو زمیں پر پٹکا
لے لی ڈھال اوسکی اور اوس شخص کا خنجر جھٹکا
شہسواروں کو سمندوں سے اوٹھا کر پٹکا
سر پر اپنے نہ ہوا کوئی بہت سر پٹکا
ورنہ زادو تھے پہ سب فضل خدا سے دونوں
کیا لڑے ہیں پیاس میں حیدر کے نواسے دونوں

۱۴۶

چھوٹی سی تونکی وہ کاٹ وہ تیزی دم جنگ
نرم تر موم سے تھی اور کڑے سختی سنگ
سر فشان شعلہ فشان آئینہ تاب سیہ رنگ
اوکھا پانی وہ ستمگر کہیں ٹھاکر موذی تھی تنگ
زہر تر چڑھ جاتا تھا جب کاٹ کے اوٹھ جاتی تھین
سر پہ دو ناگنیان فوج کے لہراتی تھین

۱۴۷

تیر و بست پہ شام کو پہونچی یہ شکست
وقت بیکار کے بیکار تھے بیکار پرست
ان کے نعروں سے بلندی سے زمین ہو گئی پست
چونک اوٹھے وہ کہ جو تھے پیلتنی سے بدمست
بے سوتے ہوئے جنگل کو جگا دیتے ہین
بچہ شیر تو ہاتھی کو بھگا دیتے ہین

۱۴۸

قفس جسم کو ہر طائر جان نے چھوڑا
صحبت تیر سے پہلو کو کمان نے چھوڑا
ہاتھ کو بھالے نے بھالے کو سنان نے چھوڑا
تن کو رگ رگ نے تو ہر رگ کو توان نے چھوڑا
وصل مین فصل ہوا جیسے پرے ٹوٹ گئے
سالہا سال کے وہان ساتھ جو تھے چھوٹ گئے

۱۴۹

سب کے ہتھیار سلاح پہ کفن و جھول
تب لرزہ مین گرفتار زرہ تیغ ملول
تیر و چار آئینہ مدقوق وہ اور یہ مسلول
درد سر خود کو اور قوس کے بازو مشلول
جتنے نیزے ہین وہ سب لاغر و فرسودہ ہین
مرض رعشہ مین سب برچھیاں آلودہ ہین

۱۲۰

گو زرہ دیدہ ہے جوشن ہوئے جاتے ہیں رذیل
تیغیں بے آب ہیں اک عمر کی یہ بھی ہے دلیل
سر اوٹھے گرز کا کیا اور سپر بھی ہے ثقیل
میانیں ڈر سے ہوے جاتی ہیں خنجر تحلیل
عمر بھالے کی بھی آخر ہے بہت دور نہیں
آرے سینہ میں ہر ڈھال کے ہیں پھول نہیں

۱۲۱

سانس قرنا کی ہے اوکھڑی ہوئی چپ ہے شیپور
گوشمالی سے ہیں ٹوٹے ہوئے تار طنبور
ڈر ہے سرنا کو سرافیل نہ پھونکیں کہیں صور
نیزوں میں وہ لڑانے کی بھی کرتی ہے قصور
جان بربط میں نہیں اور ہے کچھ جنگ کا رنگ
بول سکتا نہیں وحشت سے یہ چنگ کا رنگ

۱۲۲

چھید شہنا کے کلیجے میں ہیں خود ہی اوسے غم
زیر و بم اونکی یہ نوبت ہے کہ چھاتی پہ ہے دم
ہاتھ افسوس کے ملتے ہیں چلاجل باہم
زرد ترُنی ہے تو نقارہ کو ہے نفخ شکم
دم صدر بسی بیحال ہر ایک تاشا ہے
دف کو دوران ہے اور طبل کو استسقا ہے

۱۲۳

تہلکہ میں کسی ظالم کے نہ تھے ہوش بجا
ساز و سامان تھا جو لشکر کا وہ سب خاک ہوا
فوج میں چار طرف تھا تو انہیں ڈنکا
قہر تھی اونکی لڑائی تو غضب اونکی وغا
اوس نے دل توڑ دیے اوسنے سروں کو توڑا
توڑ دیں اوسنے صفیں اوسنے پروں کو توڑا

۱۲۵

اوس نے مغفر جو اوڑائے تو سر اوسنے کاٹے
اوسنے ڈھال نہ سینے ہین کاٹے جگر اوسنے کاٹے
اوسنے خنجر کے ٹکڑے تبر اوسنے کاٹے
رخت جسم لئے تو تبر اوسنے کاٹے
غل تھا یہ تو نذر زمین فوج یزید ایسی ہو
جوڑ سی جوڑ جدا قطع و برید ایسی ہو

۱۲۶

ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اونکے نشان مقتل مین
تیر بے پر ہوئے ٹوٹی چلہ کمان مقتل مین
گوشہ امن تھا نہ جائے امان مقتل مین
بھاگے پھرتے ہین بچے پیر و جوان مقتل مین
آبرو مٹ گئی سب تن سی جدا فرق ہوئے
نام بھی ڈوب گیا تو یہین یون غرق ہوئے

۱۲۷

جسکو ڈانٹا وہ گرا دھڑ سی مع تیغ و سپر
منہ سی نکلا نہ اس افتاد کی بھی ہمکو خبر
پھینک کر تیغون کو جب بھاگے تھے یہ بانی شر
عون غازی سی یہ کہتے تھے محمد ہنسکر
جاکے وہان پہنچے ہین لاشون کے جو ہر تودے ہین
بھائی سچ کہتے ہین اماں پہ بڑھکے دشمن

۱۲۸

لوٹنے تڑپنے جو کبھی آ گئے نزدیک فرات
پھیر کر منہ کو یہ کہتا تھا چھوٹے سی یہ بات
یاد ہے کچھ سخن والدہ نیک صفات
بھائی بھولو نہ اوسونی باتی ہو جبتک کہ حیات
ہمکو جو حکم ہے اوس امر پہ مامور رہو
پیاس شدت سے ہے دریا سے بہت دور رہو

۱۳۵

دیکھتا ہوں میں بڑی دیر سے دونوں کی جدال
یوں جھپٹتے ہیں کہ جس طرح اسد سوئے شغال
جھپٹے پھرتے ہیں یہاں پر اہل ضلال
دیکھئے پھر گئے سب لاشوں نے میدان قتال
عون نے گرچہ دم جنگ جدل کام کیا
مگر اس پیاس میں چھوٹے نے بڑا نام کیا

۱۳۶

جنگ میں ساتھ بڑے بھائی کا بڑھ کے دیا
جو نمودار ہوئے جن جن کو انہیں قتل کیا
جو ادھر بھاگے چلا اس نے اسے مار لیا
تیغ دونوں کی بجلی کی دکھاتی ہیں ضیا
سامنے آکے نمودار کوئی رہ نہ سکے
دو تو تیغوں کی زرہ پوش کڑی سہ نہ سکے

۱۳۷

شہ نے فرمایا کہ یاں اون ہمیں کیونکر بھائی
بنت زہرا کے ہے اب گھر پہ تباہی آئی
رن سے چلتے ہیں پھر کے وہ مرے شیدائی
ایک کی دو ہوئیں شادی بھی نہ ہونے پائی
ہے غضب بیاہ میں پھولے پھلنے پایا
کوئی زینب کا نہ ارمان نکلنے پایا

۱۳۸

اس طرف روتے تھے یہ کہہ کے امام ابرار
اس طرف اون پہ لعین ٹوٹ پڑے بیس ہزار
پاس سے چلنے لگے تیغوں کے اور نیزوں کی مار
دور سے ہونے لگی تیروں کی پیہم بوچھار
جو گرانبار ہوئے تھے وہ بھی پھرے ہائے غضب
دو قمر شام کے بادل میں گھرے ہائے غضب

۱۶۵

آئی باہر سے یہ خاتونِ قیامت کی صدا
ہائے ویران ہوا گھر میری بڑی بیٹی کا
ہاں اب اے اہلِ عزا گریہ و زاری کی ہے جا
دو فرزندوں کا دو شہ کی بہن کو پرسا
بنت احمد بھی نواسوں کے لیے روتی ہیں
حوریں فردوس میں پیاسوں کے لیے روتی ہیں

۱۶۶

میتیں بھانجوں کی خیمے میں لاتے ہیں حسین
قاسم و اکبر و عباس ہیں غم میں بےچین
ننگے سر چاک گریباں ہیں امامِ کونین
ساتھ ہیں نوحہ کناں روحِ شہِ بدر و حنین
عون کو سیدِ ابرار لیے آتے ہیں
لاش چھوٹے کی علمدار لیے آتے ہیں

۱۶۷

فرق پر دو کے ہے سایۂ دامانِ علم
خوں سے تر ہوئے رخسار ہیں سب ہائے ستم
گردنیں ڈھلکی ہیں اور بند ہیں چشمِ پر نم
دوش پر ماموں کے سر ہیں تو لٹکتے ہیں قدم
دل پہ شبیر کے اک خنجرِ غم پھرتا ہے
خاک پر زخموں سے بہہ کے لہو گرتا ہے

۱۶۸

دیکھ کر لاشوں کو آتے ہوئے فضہ نے کہا
بیبیو تھام لو احمد کی نواسی کو ذرا
در تک اب پہونچے ہیں بچوں کو لیے شاہِ ہدا
جان دونوں میں نہیں ہائے غضب وا ویلا
چھٹ کے تلواروں سے وہ نیک خصال آتے ہیں
مر کے رن سے مری شہزادی کے لال آتے ہیں

١٦١

رو کے فرمایا کہ شہزادے ہین یہ وردہ غلام
خیر دنیا سے گئے گر تو گئے وہ گلفام
مین تو روتی نہین ہو دینا پڑے گر جیسے مقام
یہ سلامت رہین اور سر پہ رہے شاہ انام
تیر وہان چلتے ہین کسطرح نہ غم کھاؤ بہن
بال بیکا ہو جو اکبر کا تو مر جاؤن مین

١٦٢

سب اودہر روتے تھے سن سن کے یہ زینب کا بیان
پہونچے لاشون پہ اودھر نہین امام دو جہان
چھوڑ خیمون سے چلے بنت علی کے دل و جان
دیکھا رتی یہ ہو جاندر سے بیٹو نے روان
عون کے پاس علی اکبر نے منہ ڈھکتے ہین
جعفر آغوش مین چھوٹے کو لئے روتے ہین

١٦٣

دونو بچون سے لپٹ کر یہ پکارے سرور
ہائے جیتا ہوا مین تم خلق سے کرتے ہو سفر
غش سے چونکو کہ مرا سینے مین ٹکڑے ہے جگر
کھولدو خون بھری آنکھو کو مین صدقے تم پر
گھر سے یان آئے تھے جنگل سے کہان نکلے
مان نے پالا تھا جنھین برچھیان کھانے نکلے

١٦٤

سن کے آقا کی صدا ہوش مین آئے دونو
قدم شہ کی طرف فرق کو لائے دونو
دم جو ٹوٹے تو ٹوٹے نہ جھکے سینے پہ پائے دونو
مرگئے زینب ناشاد کے جائے دونو
ہو گیا صرف خزان حیدر کرار کا باغ
موت نے لوٹ لیا جعفر طیار کا باغ

۱۶۹

لاشے خیمے میں جو لائے تو شہنشاہ امم
پیٹے سینہ و سر دوڑے تمام اہل حرم
پڑ گیا غل کہ ہوئے عونؑ و محمدؑ بے دم
شاہ چلائے یہ ماں کے کیا مر گئے ہم
اب جہاں آنکھوں میں اندھیر ہے آؤ زینبؑ
لاشے فرزندوں کے چھاتی سے لگاؤ زینبؑ

۱۷۰

ٹکڑوں میں سامان الم و رنج و محن کے دیکھو
خون بھرے چہرہ و زخم تو بدن کے دیکھو
خشک ہی آئی سے غنچوں کو دہن کے دیکھو
پھول مرجھائے ہوئے اپنے چمن کے دیکھو
جان دی گلشن جنت کی ہوا پانے کے لیے
آئے ہیں آخری دیدار دکھانے کے لیے

۱۷۱

سنکے یہ غم کی چھری چل گئی ماں کے دل پر
شاہ نے فرش پہ لاشوں کو لٹایا لا کر
بڑھ کے زینبؑ نے جو کی دونوں شہیدوں پہ نظر
تیر اندوہ نے مجروح کیا قلب و جگر
اشک خوں دیدۂ گریاں سے گرے بہہ کر
جھک گئیں لاشوں پہ ہاے مرے بچو کہکر

۱۷۲

ایک ہاتھ اپنا تو اک رکھا بدل زار
خون بھرا اسکا جو منہ چوما تو اوسکے رخسار
لیں بلائیں کبھی اسکی کبھی اوسکی بسیار
کبھی صدقے ہوئیں اسپر تو کبھی اوسپہ نثار
زخم تن سر سے کبھی تا بہ قدم دیکھتی تھیں
ہاتھ رکھ رکھ کے کبھی سینوں پہ دم دیکھتی تھیں

۱۸۱

دیکھا منہ عون کے تو تبسم ہے یہ بیان
ہے ہے غضب کہ مرگئے تم اور نہ نکلی مری جان
عمر بھر اب تمہیں اے لال نہ پاؤنگی یہاں
وہاں گئے ہو کہ جہاں کا نہ پتا ہے نہ نشان
کون سا دیس ہے جس دیس میں ڈھونڈھوں تمکو
جا کے اس دیس سے کس دیس میں ڈھونڈھوں تمکو

۱۸۲

چھوٹے فرزند کی چھوٹے سے بلا میں یہ کہا
اے تنک طبع مرے لال مرے شیر وفا
صبح سے تمکو لڑائی کی ہوس تھی کیا کیا
تھی یہ جلدی کہ ہمیں پہلے ہوں آقا پہ فدا
در پہ جاتے تھے کبھی گاہ مرے پاس آتے تھے
دیر مرنے میں جو ہوتی تھی تو گھبراتے تھے

۱۸۳

یاد آتا ہے وہ لیکر ترا چلنا تلوار
زین میں وہ چست قبا اور کھلے رخسار
پیچ پگڑی کے وہ ترچھے وہ نرالی رفتار
اے مرے بانکے سپاہی تری میں صدقے نثار
یہ غم و رنج نہ کسطرح سے تڑپائے مجھے
پھر اُسی طرح جو پھر وادھر کے تو چین آئے مجھے

۱۸۴

یہ تو زینب نے کہے بین تو اک حشر ہوا
لے گئے خیمہ میں لاشوں کو امام دوسرا
پیٹ کر سینہ و سر اور چھٹے پہ زینب نے کہا
قبر میں سونپ کے جاتے ہو مرے ماہ لقا
جاؤ اے وارثو بے غربت کی مسافر ہو مجھے
صدقے اماں ہو خدا حافظ و ناصر تجھے

حال جرأت و شہادت و رزم و بزم حضرت عون و محمد علیہم السلام

مصنفہ جناب نفیس اعلی اللہ مقامہ

مطبوعہ نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

مرثیہ

طلوع ہوتا ہے پھر آج آفتاب سخن
پھر آج اوج پہ ہے نور ماہتاب سخن
سوا ہوئی ہے پھر حسن انتخاب سخن
کھلا ہے پھر صفت باغ خلد باب سخن
جو بلبلیں ہیں انہیں یاسمین آبرو دی ہے
بہشت کے ہیں جو پھول انہیں رنگ و بو دی ہے

۲

یہ تازگی سخن واہ یہ لطافت نظم
ہیں شرمگیں گل تازہ بہ شاخسار نظم
فصیح جیسے ہیں قائل ہے فصاحت نظم
بلیغ بھی ہیں ہے معترف بھی بلاغت نظم
یہی بلند مضامین نظر پہ چڑھتے ہیں
مرے کلام کا عالم بھی کلمہ پڑھتے ہیں

۳

حلاوتیں ہیں فزوں قند اور نبات سے ہے
ظہور حسن و صفا ایک ایک بات سے ہے
زباں میں ہیں مزہ لذت حیات سے ہے
یہ فیض وصف شہنشاہ خوش صفات سے ہے
جہاں میں قدر نہ کیوں ایک ایک بیت کی ہو
سخن وہی ہے ثنا جس میں اہلبیت کی ہو

۴

کھلا ہے نور کا شاداب تازہ باغ سخن
فلک کا اوج پہ ہے آج پھر دماغ سخن
بھرا ہے بادۂ توقیر سے ایاغ سخن
نمونہ ہوگا نہ دنیا میں یہ چراغ سخن
کریگا ضو کو فزوں خالق غنی اسکی
بروز حشر بھی پھیلیگی روشنی اسکی

۵

جمال شاہد مضمون میں روئے نور کا ہے
ضیا میں طور تجلی ہے شمع طور کا ہے
دوون کیواسطے مصرع ہر اک سرور کا ہے
خدا کے فضل سے جو چیز ہے وہ نور کا ہے
نگین ہو وہ ذکر امام غیور سے اس میں
ملک ہیں جس سے مشرف وہ نور ہی یہ ہیں

۶

خدا کے نور کے اوصاف بھی ہیں نورانی
قلم بھی کرتا ہے کاغذ پہ گوہر افشانی
زہے فضائل نور علی عمرانی
کہ جب کے نور کا جز مصطفیٰ ہیں ثانی
کیا ایسا نور رسولان نے تفضل میں ہے
جو ہے یہ نور تو خیر اور اکی آل میں ہے

۷

یہ ایک نور محمد سے ہے محمد تک
کہ جس کے نور سے ہے نور عرش شمع فلک
حسین کا نور کی کرسی سے اور زمین سے جھلک
حسین کے نور سے روشن ہیں مہر و ماہ فلک
حسین کے نور سے کل حشر دن کو نور ملا
حسین کے نور سے پیغمبروں کو نور ملا

۸

یہ نور خلد میں اور ماہ و آفتاب میں ہے
یہ نور پاک بہشت بریں کے باب میں ہے
یہ نور سینۂ مہر شیوہ حجاب میں ہے
یہ نور بحر میں ہے بر میں ہے سحاب میں ہے
خدا کے فضل سے اسکا ظہور کم نہ ہوا
کہاں کہاں گیا اور پھر یہ نور کم نہ ہوا

(ن خ)

۹

ہوا جو نور فلک کا سبب وہ نور ہی ہے
بہشت جس سے منور ہے سب وہ نور ہی ہے
ملک بھی کرتے ہیں جھکا ادب وہ نور ہی ہے
درود بھیجتا ہے جس پہ رب وہ نور ہی ہے
شریک طاعت معبود بے نیاز میں ہے
یہ وہ درود ہے واجب جو ہر نماز میں ہے

۱۰

علی کا ذکر فضائل ہے ذکر خیر وری
نبی کا ذکر ہے ذکر الہ صلی علی
خدا کا ذکر عبادت ہے بہر عبد خدا
ہے یہ عطا و خوشا لطف خالق دوسرا
یہ انتہا کا تلطف ہے اور عنایت ہے
علی کا ذکر بھی معبود کی عبادت ہے

۱۱

سماعت اوسکے مناقب کی ہے ثواب عظیم
کہ اوس سے ہوتے ہیں خوش مصطفیٰ و رب کریم
ہیں عبادت حق ذکر مرسلان قدیم
شریک ہیں سلیمان ہیں مسیح و کلیم
اب اس حدیث میں بھی نور کا سخن دیکھو
لکھا ہے ذکر علی عبادت دیکھو

۱۲

کسی نبی کے یہ بنتے ہیں نہ مناقب ہیں
مراتب اسد اللہ سب پہ غالب ہیں
یہ عرش اعظم خالق کے نجم ثاقب ہیں
حبیب حق کے یہ محبوب ہیں مصاحب ہیں
رسول سے نہ جدا ہے نہ وہ وصی سے جدا
نبی نہ انسے جدا ہیں نہ یہ نبی سے جدا

۱۳

سوائے پنجتن اور اسم خالق عالم
کسی رسول کا بھی نام عرش پر نہ رقم
نہ کیوں ہو پنجتن سب پہ افضل و اعظم
ہوئی قبول ان اسموں سے توبۂ آدم
مصیبتوں میں بھی لب پر یہ نام آتے ہیں
ہر ایک سختی و مشکل میں کام آتے ہیں

۱۴

ہزار حیف کہ جنکو ہے انحراف ان سے
خطا کی راہ پہ ہیں جو ہیں برخلاف ان سے
وہ برگزیدہ ہیں جن کے ہیں قلب صاف ان سے
قصور ہوتے ہیں ہم عبد کے معاف ان سے
قریب ان کے ہیں جو صاحب شعور ہیں وہ
جو ان سے دور ہیں رحمت سے حق کی دور ہیں وہ

۱۵

بھرا تھا بغض و حسد دشمنوں کے سینے میں
زیادہ تھے کہیں ابلیس سے وہ کینے میں
حسین امام کو راحت نہ دی مدینے میں
وطن سے نکلے ہیں شعبان کے مہینے میں
اٹھا کے راہ کی تکلیف نینوا پہونچے
دوم تھی ماہ عزا کی کہ کربلا پہونچے

۱۶

بہشت بن گیا جنگل نبی کے پیاروں سے
زیادہ ہو گئی ذرّوں میں ضو ستاروں سے
علی کے چاند اتر آئے راہواروں سے
کہا حسین نے مڑ کر وفا شعاروں سے
اب اس زمین پہ مرا آخری مقام ہوا
پہنچ گئے ہیں جہاں تک سفر تمام ہوا

(خ)

۱۷

زمین نے دی یہ صدا مصطفیٰ کا لال آیا
یہیں تک عرش ہوئی نور ذو الجلال آیا
جو سر دیا تو علی ہے وہ خوش خصال آیا
نہال ہو گئے زہرا کا نونہال آیا
یہ کس زمیں کو ملا جو شرف ملا مجھکو
خوشا نصیب کہ در نجف ملا مجھکو

۱۸

ادب کر کہ کتاب ہے ایک خوش خصال مرا
زیادہ اوج پہ پایہ گا ذو الجلال مرا
ہے بادشاہ نبی و علی کا لال مرا
بڑھا عروج میں عرش سے بھی جلال مرا
نظر میں سب کی فزوں ہو گیا وقار مرا
ہے گا سر پہ چشم فلک غبار مرا

۱۹

زیارت کو یہ آئی صدا کہ شکر خدا
قسیم کوثر و تسنیم کا پسر آیا
کہ جیسے عرش مرا آپ آل حیدر ہوا
یہیں سلسلہ ہستی بھی اب یوں آرزو سے سوا
تمام شیشے ہیں ہر تیرگی میں ہیں
کہیں تو فاطمہ بنت نبی کے پیر میں ہوں

۲۰

جبر تھی کہ یہاں آئے گی پیارہ علاء
زمین لگے گی جگر پھول کے لال سے بارہ
شہید ہوں گے یہیں مرتضیٰ کے سبط
اسی زمیں پہ سادات کا بہے گا لہو
اٹھے گا خاک یہیں تو عرش کے تارے
لگا کہ سنا یہیں فاطمہ کے پیارے

۲۵

ہے غیظ فوج حسینی کے سب سوار دیکھو
اسی میں دیکھ کے غصے میں نابکار دیکھو
غضب کا جوش ہے جری کے یار دیکھو
بڑھا رہے ہیں تن تن کے راہوار دیکھو
نگاہ خشم سے اک اک لعین کو تکتی ہیں
کبھی حضور کبھی فوج کین کو تکتی ہیں

۲۶

سوائے دولہ جنگ کسو کو مگر
لڑی ہوئی ہے جوانوں کی سب کی نظر
بل ابرو پہ ہے مانند حیدر و جعفر
یہ کہہ رہے ہیں کہ کیوں ہوت بد لشکر
یہ شور ہے بے ادبی بادشاہ والا سے
بڑھے ہیں جنگ کو ظالم ہمارے آقا سے

۲۷

ابھی سے دیکھئے الٹے ہیں آستینوں کو
ملا رہے ہیں عبیداللہ کے سر جبینوں کو
فرس پہ چھوڑتے ہیں دیکھ کر لعینوں کو
طلب ہے پہلے اجازت کی ان حسینوں کو
بغیر حکم تو میدان میں جا نہیں سکتے
عنانیں روکے ہیں گھوڑے بڑھا نہیں سکتے

۲۸

اشارہ ایک سے ہے ایک کا کہ بھائیو ہاں
لڑو انہیں سے جو ہیں پہلوان فوج گراں
ہماری ارث میں ہے قوت شہ مرداں
یہ سب عرب کے ہیں بچے جو ہیں جوان
اُڑا کے گھوڑوں کو جا فوج پاس کے پھرو
سپاہ شام کو کوفے تک بھگا کے پھرو

۲۹

مدد ہی واجب ہے یعنی امام والا کی
بچا لو جان جگر نور عین زہرا کی
ہے غیر پیاس سے حالت تمہارے آقا کی
ستم شعاروں نے روکی ہے راہ دریا کی
ہر ایک فتح سے تلوار تا جگر بڑھ جائے
یہ نہر چھین لو اتنی تو آبرو بڑھ جائے

۳۰

اک آہ بھر کے یہ بھائی سے بولے شاہ زمان
علی کا قلعہ ہے بیکس ہے جسم پاک کی جان
ہزار حیف کہ لائی اجل کہاں سے کہاں
ہر اک جنگ کا ہوتے اگر یہ طفل جوان
علی کی طرح اولوالعزم ہیں دلیر ہیں یہ
بچے ہیں بیشۂ حیدر میں جو وہ شیر ہیں یہ

۳۱

یہ کس طرح سے جری ہوں یہ گیسوؤں والے
ہماری اور تمہاری ہیں گود کے پالے
نظر میں آتی ہیں تیغیں یہ نہ برچھے بھالے
کہاں یہ ہم نے بہائے ہیں خون کے نالے
جو رنگ جنگ کے ہیں گو یہ بچے ہیں وہ بانکے ہیں
تمہیں نے ان کو فن جنگ سب بتائے ہیں

۳۲

اور اپنے لشکر و سر کو وہ شہسوار یہ ہیں
جناب صاحب و دل کی یادگار یہ ہیں
یہ طفل گو ہیں پہ و نقد رو ذوالفقار یہ ہیں
نبی و حیدر و شبر کے ورثہ دار یہ ہیں
خدا نے چاہا تو یوں جرأتیں دکھائیں گے
تمام فوج کو مار بھگا کے آئیں گے

۳۷

اس طرح ہوئے سب قتل انصار امام
پھر یکطرح سے لاشوں پہ روئے شاہ انام
کہا یہی ہیں میتیں لالا کے واں اے صد آلام
کہ جو سب کچھ شہیدان کا تھا سو یہیں تمام
پر ادھورا وہ جو یکسر تھا سو گیا خالی
قبیلہ ساتھ جو آن کا تھا سو گیا خالی

۳۸

بس اب شروع کریں اہل حرم نالہ و آہ
سوا عزیزوں کے کوئی نہیں ہے ناصر شاہ
یہ سب ہیں جان علی و پیمبر ذی جاہ
کوئی ہے مہر لقا اور کوئی ہے غیرت ماہ
ابھی انکا ساتھ بھی غربت میں تشنہ چھٹتا ہے
تباہ ہوتا ہے [illegible] لٹتا ہے

۳۹

کھڑے ہیں بھانجے بھائی بھتیجے سب
قریب کلمہ و دین دست بستہ با صد ادب
ہر ایک کو رخصت میدان جنگ کی ہے طلب
پھڑک رہا ہے دل شاہ روح پر تب
چلی کلیجہ پہ شمشیر غم کسے بھیجیں
کہو رضا سے مرنے کو رن میں کسے بھیجیں

۴۰

کوئی ہے قوت بازو کوئی ہے نور نظر
کوئی ہے تقویت دل کوئی ہے لخت جگر
کوئی ہے راحت جان کوئی یادگار پدر
یہیں سبھی یہ بھتیجے بھائی سبھی کی یہیں پسر
رسول زادے ہیں یہ علی کے پیارے ہیں
یہ ایک برج امامت کے سب ستارے ہیں

۴۱

رضا حسین نے دیا یہ بھی جانے لگے
تھا غم شم خیموں میں دکھانے لگے
اٹھیں بھی آخر اجل کے پیام آنے لگے
ہر اک کی لاش اٹھا کر امام لانے لگے
ہجوم اب دل شبیر پہ صدمہ و غم کا
بپا ہے خیمۂ عصمت میں شور ماتم کا

۴۲

شہید ہوگئے مسلم عقیل کے لال
گرے حسین پہ دو دو اور کوہ رنج و ملال
حرم میں لائے جو لاشے امام خوش اقبال
پیٹے ہے ماں سر کو عزیزہ کا کیا حال
تڑپ کے پیٹی جو ماں اپنے دونوں دلبر کے
حسین بیٹھ گئے لاشے چھڑا کے مادر کے

۴۳

لٹا کے اُن کو زمین پہ جھکے جو شاہ ہدا
قدم پہ گر پڑے زینب کے دونوں ماہ لقا
یہ عرض کی ہمیں اب دیجئے رضا و دعا
گلے سے اُن کو لگا کر شاہ دین نے کہا
جو تن کی جان ہو اُس کو جدا کروں کیونکر
ہیں سب کے بچوں کو میں بھی دوں رضا کیونکر

۴۴

یہ کہتے تھے جبھی روتے ہوئے امام آئے
عقب میں شاہ کے زینب کے لالہ فام آئے
وہیں بہن کے جو شبیر تشنہ کام آئے
کہا کہ سب مرے انصار رنگین کام آئے
سحر سے عالم غربت میں لٹتے جاتے ہیں
عزیز جو ہیں وہ اب چھٹتے جاتے ہیں

خ

۵۵

برادرانِ علمدار خوش سیر نہ رہے
عقیل کے بھی جگر پارہ جاں نہ رہے
شہید ہو گئے مسلم کے بھی پسر نہ رہے
یہ جاں نثار و اولوالعزم و نامور نہ رہے
مری سپاہ میں باقی حسنؑ کے دلبر ہیں
تمہارے لال ہیں عباسؑ ہیں اور اکبرؑ ہیں

۵۶

یہ سن کے رو دیں بہت بنت حیدرِ صفدر
کہا کہ قاسمِ گلگوں ہیں دلبرِ شبر
برادر آپ کے ہیں زورِ بازوئے سرور
یہ روح و جان مرا پالا ہوا علی اکبر
یہ کیسے رن کی اجازت نہ دینے دونگی میں
نہیں تو مرنے کی رخصت نہ دونگی میں

۵۷

کھڑے تھے سامنے جو بیتاب دونوں نیک نہاد
کیا اشارہ یہ بیٹوں نے زینب کہ آؤ ادھر
وہ آئے جب تو بہن نے کہا کہ یا سرور
رضا نہ ملنے کی ان کے ہیں سن چکی ہوں خبر
یہ کیا غلام ہیں انکو اذنِ وغا نہیں دیتے
حضور کیوں انھیں مرنے کی رضا نہیں دیتے

۵۸

یہ کیا نہیں ہیں جدال و قتال کے قابل
فنون جنگ کے فن کیا نہیں ہے حاصل
یہ کیا لڑیں گے نہ تیغ ستم سے کھول کے دل
یہ کیا نہ ہونگے قربان سرور عادل
یہ ایسے معرکہ میں کیا نہ کام آئیں گے
یہ رنگ حیدر و جعفر نہ کیا دکھائیں گے

۶۱

یہ سنکے والدہ ماجدہ سے عرض کیا
یہی کہ بیٹے جو کچھ کہ پدر سے سنے کیا
کہا یہ ماں نے کہ تیرا باپ ہمیشہ سے ماہ لقا
تمھاری جرأت و ہمت پہ میں نثار و فدا
وہ ہم کو دے گئے جو شہ کے غلام کرتے ہیں
جو باوفا ہیں وہ یہیں اپنا نام کرتے ہیں

۶۲

یہ سنکے بولے بہت سبط احمد مختار
کہا کہ ماں سے جدا ہو نہ تجھ سے سو بار
پھر آ کے دل کو تسلی دے زینب ناچار
پھر انکی تھک کے وہیں گرائے شہ ابرار
کہ تم ہم آپ کے زندہ رکھو زمانے میں
نہ رویئے انجمن ہوتی ہے دیر جانے میں

۶۳

اب انکو دیکھئے ملے سامنے تھا جہاد
کہیں بھی نثار ہوں اور دونوں بھی ہیں شاد
جدال و جنگ کی حسرت ہیں ان کو جا کے زیاد
جو دل میں ہے کہیں جلدی ہو اپنی مراد
یہ ہوں نثار واں پر نثار سے زینب
کہا یہ شہ نے نہیں اختیار سے زینب

۶۴

گلے لگا کے کہا بھائی نے کہ تو شاہ نے پیار
قدم پہ آنکھوں کو ملا اٹھے وہ گل رخسار
سلام کر کے چلے جب ہوئے سے تیار
دعائیں پڑھتی چلیں پیچھے زینب زار
یہ غل تھا اب جہاں سے گزرنے جاتے ہیں
نواسے حیدر و زہرا کے مرنے جاتے ہیں

۶۵

تباہ ہوتا ہے زینب کا گھر ہزار افسوس
نہ ہوئے پالے جوان پہ سہرا ہزار افسوس
چھپا آنکھوں سے ابر و قمر ہزار افسوس
چھٹا ہے ماں سے یہ لخت جگر ہزار افسوس
چراغ خانۂ زہرا یہ زلفوں والے ہیں
یہ منتوں مرادوں کے دونوں پالے ہیں

۶۶

قریب ڈیوڑھی کے پہنچے جو دونوں گلرخسار
بلائیں لے کے پھری گرد زینب ناچار
کہا کہ تم پہ تصدق ہیں ماں کے دلدار
میں آئی اسلیے یاں تک کہ دل کو تھا اقرار
زیادہ کر لے ماں سے اب جدا تم کو
سوار ہوتے ہوئے دیکھوں ذرا تم کو

۶۷

حرم سرا سے جو آئے وہ ماہ جبین
چڑھے فرس پہ ہوا رشک خانۂ زین
کیے سلام جو بچوں نے رو کے سرور دین
ہٹا کے پردہ کو زینب نے پھر بلائیں لیں
پکاریں صدقے میں اے مہ لقا حافظ
ادھر سے دونوں نے پھر کہا خدا حافظ

۶۸

اٹھائی باگ سمندوں کی شہسواروں نے
وہ کھائی برق سے انداز راہواروں نے
کیا پیادہ کا رخ حق کے پیاروں نے
سنا یہ وقت یہ حضرت کے گلعذاروں نے
صدا درود کی اٹھی فلک سے
زمیں مہک گئی گیسوؤں کی خوشبو سے

۸۱

پہنچے جو فوجیں ڈنکا ہوا اور دل بڑھے
سوار ہوئی طرف نا کس و پیل بڑھے
ادھر سے جھوم کر سب پیل شکوہ کہاں بڑھے
ادھر سے بھی خلفِ جعفر جلیل بڑھے
علم ہوئی سونتی تلواریں کین شیر روک
مقابلہ کیا دو ولا کا صفدروں سے

۸۲

کہا بڑے نے کہ ٹھہرو نہ یاں چھوٹے بھائی
بس اب بڑھاؤ فرس کی عنان چھوٹے بھائی
جدھر ہیں فوجیں قمر وہاں چھوٹے بھائی
کہا یہ چھوٹے نے شکر کہ ہاں بڑے بھائی
پہنچے لشکر میاں دو وہ اب سوار ہوئے
اُدھر اُدھر کو علی پڑھتے راہوار ہوئے

۸۳

پہنچ کے فوج میں وہ شیر غاب در آئے
اٹھا کے رخش ہوا سے تو بپھر کے آئے
جہاں تھی پلٹن اس سمت تاک کر آئے
چھپٹ کے بیچ بلا لے کے خاک سر آئے
مثال برق فلک راہوار پھرنے لگے
تن عدو کے کیا پیادہ گرنے لگے

۸۴

دکھایا اپنی تو ہنا جلال دونوں نے
ہجوم کا نہ کیا کچھ خیال دونوں نے
دکھائے جنگ و جدل کے کمال دونوں نے
ہر ایک صف کو کیا پائمال دونوں نے
پرے جو ٹوٹ کے تھے جس طرف کو جھکتے تھے
سنانی ہاتھ نہ چھوڑتے تھے پاؤں رکتے تھے

۹۷

لے وغا کے چلن یا دلے بہادر کن
کلام غیظ ادہر اُدہر غضب کے سخن
ادہر بیار و بدہ اُدہر بگیر و بزن
اگر وہ تشنہ جگر ہے تو یہ بھی تشنہ دہن
لڑائی میں کوئی دم ٹھہر کے دیر بڑھا
کبھی وہ بڑھ گیا آگے کبھی یہ شیر بڑھا

۹۸

وہ دبدبے ہیں جعفریہ طنطنے ہیں علی
دکھائے فوج کو جلوے ستم ظفر کے رنگ جلی
یہ بڑھ کے آئے جدہر برق سی قضا ٹلی
بڑھا سوار و نکالا شرر جبین کی تیغ چلی
ہر ایک کا حال دم معرکہ سقیم ہوا
کوئی گرا کوئی بھاگا کوئی دو نیم ہوا

۹۹

قدم نہ ان کے تھمے جو عرب کے تھے جلاف
بھگا کے دونوں نے میدان جنگ کر دیا صاف
وہ شیر معرکہ آرا یہ دلیر مصاف
شجاعت ایک کا گویا تھی جرأت ایک کا لاف
ثبات ایک کو بشارت ظفر کو دیتا تھا
اچھل کے چھوٹے سے ہاتھوں کے بوسے لیتا تھا

۱۰۰

وہ شمع فتح کی ضو سے چراغ نصرت کی لو
اٹھیں تو سب کو نظر آئے صاف دو مہ نو
وہ تیغ ہاتھوں میں ایک ایسی میں جن سو سو
کہ جنکی پی چلنے کے ہنگام میں اجل پیرو
ہر ایک نے دشت وغا میں بپا قیامت کی
بلا کا ہاتھ تھی گھات تھی باڑھ آفت کی

١٠٩

یہ فرما کے کہتا تھا بھائی کی طرح بھائی
شجاعت اسد اللہ کی عباسؑ نے پائی
یہ کیا ہے کہ غش ہو جو یہ فوج سے آئی
کسی نے تمھیں تو قوت نہ کچھ بھی دکھائی
اب اتنا طاقتِ تن باقی رکھو تا شام تلک
اگر رات میں تو لڑتے جاوے انتے شام تلک

١١٠

جب ان کی جنگ سے بھاگی تمام فوجِ گراں
تو ابنِ سعد ہوا سخت مضطر و حیراں
شقی نے تب کہا لشکر کو تب پہ پیلباں
کہا کہ دو ڈنکے لاؤ سبھی کے پاس یہاں
دلاوراں سبھی شور و پہلواں پہنچے
مقابلہ کو کئی سو اوہ مرجواں پہنچے

١١١

بلند کر گئے تھے وہ دو نشان فوجِ کثیر
اور ان لعینوں کا لشکر تھا سنگ ابنِ نمیر
ادھر سے آ گئے تھے عین علیؑ کے وہ شمشیر
بڑھے ادھر بھی سخت دل جنابِ امیرؑ
اٹھا کے گھوڑوں کو مانند شیر آ پہنچے
ابھی وہ دور تھے پر تو قریب جا پہنچے

١١٢

سنے جو نعرہ زناں شہ شاہِ قلعہ شکن
زمیں سے ہلنے لگی بولنے لگا سب رن
وہ پہنچا دہنی طرف مانندِ شیر فگن
چلے جو تیغ تو ہونے لگے جدا سر و تن
ہر اک شقی کا لہو دور سے رہا گرتا
علم بھی چھین سکے دونوں زمیں پہ ڈالے

۱۱۳

نہ تاب انکی لڑائی کی لا سکے بے پیر
ہوا جوانون کے ہاتھون مین عشق صورت تیر
ادہر تو ڈر سے ہٹا شیث و شمر بن شریر
گریز کرنے لگے یکدل ستم شعار و شریر
لگے یہ پھیر کے سب اسطرح بھاگے
اسد سے غول شغالون کا جسطرح بھاگے

۱۱۴

پھیرے لعین باگین پیچھا کے اور اڑا کے سمند
چھپے سپاہ مین آئی وہ جا کے ظلم پسند
گرین زمین پہ تیغین سبھون کی تھین چند
پھر ابن سعد بھی بھاگا ادہر پہنچ گزند
علی کی جنگ کا انداز و طور دکھلا کے
حسین کی فتح سے انکو ہلا دیا جا کے

۱۱۵

صدا یہ دی کہ شریرو کہو بھگاتے ہین
ہم ایسے ہین وہ رعب اپنا یون دکھاتے ہین
جو بزدلے ہین اسیطرح بھاگ جاتے ہین
اگر کوئی نہین آتا تو ہم ہی آتے ہین
دغا کو قتل کوئی آئے یا کہ بعد آئے
کہو کہ لڑنیکو شمر آئے ابن سعد آئے

۱۱۶

یہ کہکے بڑھ کے یہ عباس و اکبر ذیجاہ
یہ جنگ پیاس مین واہ رے حملے دلیر واہ
معہ سپاہ کے سب مارے افسران سپاہ
نظر مین پھر گئی سب کے دغا کی تیغ الاہ
کمی ہی نہ تھی ذرا ہاتھ کی صفائی مین
یہی نہین لڑے تھے علی بدر کی لڑائی مین

۱۱۷

سلام کرکے بڑھے پھر ادھو وفا جبین
پکار اٹھے کہ بلندی پہ ابن سعد لعین
مقابلے کی اب ان سے کسی کو تاب نہیں
یہ کیا کہ ایک جری پہ ہو گئے ہیں کئی کمین
ہیں زیادہ سے زیادہ پہ کیسے بھیجے ہیں
ہے لڑا ئیں لڑکوں سے لیے ایسے بھیجے ہیں

۱۱۸

پیادے اپنے لڑے واہ نہ سوار لڑے
یہ دیکھنے کے تن و توش ورنہ وہیں بٹے
یہ دو جو طفل ہیں اگر یہ ہیں مرے ہیں کٹے
اب ان دلیروں پہ ساری سپاہ ٹوٹ پڑے
امان نہ دو انھیں حلقے میں لے کے قتل کرو
تمام فوج سے گھیرے میں لے کے قتل کرو

۱۱۹

یہ تین روز کے پیاسے ہیں تم ذرا لٹ کے لڑو
بڑھاؤ گھوڑوں کو تم قصد پہ لیے باگ دو سو
یہ پیاسے دیکھنا ہوں جلد جان دیں ہیں پھر
پھر آکے خلعت و انعام لو نہ دیر کرو
یکایک شور ہو چکا ہم امام عالم میں
رولاؤ شاہ کو اب بھانجے کے ماتم میں

۱۲۰

یہ سن کے لشکر ظلم کے نابکار بڑھے
پیادے بائیں سے ہمنی کچھ سوار بڑھے
اٹھا اٹھا کے سنانیں ستم شعار بڑھے
غضب سے کھینچ کے تلوار دس ہزار بڑھے
بچا نظر کی موج پہ موج آ پہونچی
چہار سمت سے فوج پہ فوج آ پہونچی

۱۲۹

لٹا کے لاشونکو بولے یہ سید مظلوم
بڑی بہن کو ذرا اٹھ کے تھام لو کلثوم
یہ بیٹے مرگئے دلبر ہی انکے غم کا ہجوم
کہین تمام نہو جائین خواہر معصوم
بہو نہ ضبط فغان و بکا کرو زینب
اب اپنے بیٹونکا ماتم بپا کرو زینب

۱۳۰

ادھر سے دوڑے حرم پیٹتے بنالہ و آہ
ادھر سے دونون کے مردے لیکے آئے شاہ
یہ غل ہوا کہ لٹی ہائے بنت شیر الہ
رخونپہ دونو شہیدونکے مان کی پڑی نگاہ
ہلال دو دو کی تیغون کے جا بجا پڑگئین
بلائین لیتی تھی جھک جھک گئین تو غش آگئین

۱۳۱

تمام بیبیان آئین ملکے لاشونپہ
حرم حسین کے پیٹین اپنے سینہ و سر
قریب دونون کے آئین جو خواہر سرور
پکاری بیٹونکے سینو پہ منہ کو رکھ رکھ کر
ترا ہی سب مجھے کہدی کہ چھوڑ جانا تم
فدا ہوے مرے بھائیپہ مین فدا ہو تم

۱۳۲

تمہارے چھوٹے سے لاشونکے ہو نثار یہ مان
سکھی ہون مضطر و نالان و بیقرار یہ مان
بکا تھا بیٹونکے غم مین ہوشیار یہ مان
ہوئی ہے ساتھ ہی دونونکی سوگوار یہ مان
بتاؤ بیبیو کسکے الم مین روؤن مین
بڑے کو روؤن کہ چھوٹے کے غم مین روؤن مین

فہرست کلاں
نظامی پریس بک ایجنسی لکھنؤ
مفت طلب کیجیے